جلد : 12 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران) | ربیع الثانی : 1439ھ

شمارہ : 01 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر) | جنوری : 2018ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

جھنگ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 500 روپے	قیمت فی شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net

Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

کے ساتھ

مکمّل

سُورَۃُ الکَافِرُونَ

اس سورۂ مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے کافروں کو مخاطب کر کے یہ حقیقت دوٹوک الفاظ بیان کر دی گئی ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان دین کے بنیادی مسئلہ _ اللہ وحدہٗ کی عبادت _ کے باب میں کوئی قدرِ مشترک نہ فی الحال ہے اور نہ آئندہ اس کا کوئی امکان ہے۔ لہٰذا ہمارے مابین اس باب میں کوئی مصالحت و مفاہمت ممکن نہیں ہے۔ جو دین اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے ہم اس پر خوش ہیں اور تم اس سے بیزار ہو اور جس دین کو تم نے اختیار کیا ہے تم اس پر خوش ہو اور ہم اس سے کلی طور پر بیزار ہیں۔

(109) سورۃ الکٰفِرُون — اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — (آیات 01-06)

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ۝

(اے پیغمبر ﷺ! ان منکرانِ اسلام سے)

کہہ دو کہ اے کافرو!

لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝

جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝

اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۝

اور جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۝

اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں

لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِيَ دِيۡنِ ۝

تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝

اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں

(القرآن 09:59)

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

ثَلَاثٌ مُنْجِیَاتٌ: خَشْیَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی فِی السِّرِّ وَ الْعَلَانِیَةِ وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی

وَثَلَاثٌ مُهْلِکَاتٌ: هَوًی مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ

(طبرانی فی الاسط، عن انس رضی اللہ عنہ)

تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں: (۱) اللہ سے ڈرنا، تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی (۲) عدل و انصاف کرنا، خوشی کی حالت میں بھی اور غصے کی حالت میں بھی (۳) میانہ روی اختیار کرنا، فقیری میں بھی اور تونگری میں بھی۔

اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: (۱) خواہش، جس کی اتباع جائے (۲) لالچ یا بخل جو واجبات کی ادائیگی سے روک دے (۳) آدمی کا خود پسند ہونا۔

الجَامِعُ الصَّغِیر فی احادیث البشیر والنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

معاشی ترقی بمقابلہ نظریاتی گراوٹ

انجینئر مختار فاروقی

● الحمدللہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ غیر نظریاتی ممالک یا سیکولر ممالک کا نظریہ، عوام اور عوامی رُجحانات (TRENDS) متعین کرتے ہیں۔ لہٰذا حکومتی سطح پر عوامی آزادی اور آزاد رویّوں کا اہتمام ہی ملکی استحکام کا ضامن ہوتا ہے۔ ان ممالک میں معاشی ترقی سے وہ سہولتیں فراہم ہوتی ہیں جو عوام کو اپنے جذبات اور رجحانات کے بلاخوف وخطر اظہار کے لیے ضروری خیال کی جاسکتی ہیں۔ سیکولر ممالک میں معاشی ترقی ہی واحد ہدف ہے جو حکومتوں کے سامنے ہوتا ہے۔ آج مغربی تہذیب کا بالادستی کے دور میں ایک سیکولر نقطۂ نظر سے یہی معاشی ترقی ہی کسی قوم کی خوشحالی، آسودگی اور کامیابی کا پیمانہ (YARD STICK) سمجھا جاتا ہے۔

● جبکہ ـــــ نظریاتی ممالک میں معاشی استحکام یا معاشی ترقی کو نظریاتی استحکام کے تحت سمجھا جاتا ہے اور ایسا ہی نقطہ نظر ایک نظریہ کی بقا واستحکام کا ضامن ہوسکتا ہے اور معاشی ترقی سمیت تمام دیگر اجتماعی وانفرادی اہداف 'ملکی وقومی نظریہ' کے تابع سمجھے جانے چاہئیں بالفاظ دیگر ـــــ معاشی ترقی سے اگر نظریاتی تشخّص اور نظریہ کمزور پڑتا ہو تو ایسی ترقی نظریاتی ریاست کے لیے 'زہر' سے زیادہ خطرناک ہے۔ مفکّر پاکستان علامہ اقبال نے بہت پہلے فرمایا تھا:

؎ دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارا

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار ے
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

مسلمانانِ پاکستان کو معاشی استحکام کے ساتھ ساتھ یا اس سے بھی پہلے نظریاتی استحکام، نظریۂ پاکستان کی پختگی، دوقومی نظریہ کی تازگی، آبیاری اور فروغ کی ضرورت ہے۔

● پاکستان میں گزشتہ کچھ عرصے میں معاشی استحکام تو آیا ہے اور اس کا فائدہ سب کو نظر آرہا ہے کہ بجلی کی لوڈشیڈنگ بہت کم ہوگئی، ملکی ترقی کی شرح میں بہتری آگئی نیز بے روزگاری میں کمی آگئی مگر اس کے ساتھ نظریاتی سطح پر پاکستان اور نظریۂ پاکستان پر کیا گزری اس کا اندازہ سیکولر اور لبرل طبقات کو ہو ہی نہیں سکتا، خود قائداعظم اور علامہ اقبال کے نام لیواؤں کو بھی نہیں ہو پا رہا۔

سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف صاحب کے ہی گزشتہ چار سال کے دوران نظریۂ پاکستان اور دوقومی نظریہ کی دھجیاں بکھیرنے کا عمل اس تیزی سے آگے بڑھایا گیا کہ اس کے لیے کسی "J.I.T" اور تحقیقاتی کمیشن کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کے بیانات کو ایک ترتیب سے دہرا دیا جائے تو پاکستان کے نظریاتی تشخّص کی انتہائی گراوٹ کا راز سمجھ میں آسکتا ہے۔

بھارت اور پاکستان میں ایک ہی کلچر، زبان اور لباس کا ہونا، بھارت اور پاکستان میں سرحدی لکیر کا غیر ضروری ہونا، ہندوؤں کے تہواروں میں چند ہزار ووٹوں کے حصول کے لیے شرکت، علامہ اقبال کے دوقومی نظریہ دینے کی سزا کے طور پر تعلیمی اداروں سے علامہ اقبال کا نام اور افکار کو کھرچ کھرچ کر نکال دینا اور بالآخر 'نظریۂ پاکستان کے تابوت' میں آخری کیل کے طور پر علامہ اقبال کے یوم پیدائش کی تعطیل کو بھی ختم کر دینا ــــ علامہ اقبال کے پوتے ولید اقبال صاحب کو بھارت میں علامہ اقبال کی ابتدائی نظم 'ترانۂ ہندی' کی بنیاد پر (جو کہ دوقومی نظریہ کا قتل ہے) ایوارڈ لینے جانے دینا اور وصول کر لینا ــــ علامہ اقبال سے متعلق اداروں میں انتظامی بدحالی (اقبال اکادمی اور بزم اقبال کے حالات واقفانِ حال جانتے ہیں) ملک میں وعدوں کے باوجود سودی کاروبار بند نہ کرنا (حالانکہ علامہ اقبال سودخوری کو درندگی سے تعبیر کر گئے تھے) وغیرہ وغیرہ۔

● اس دنیا میں عالم اسباب میں تو کچھ لوگ کام کرتے نظر آتے ہیں اور عوامل بھی نظر آتے ہیں۔ مگر کسی کے زوال و عروج میں اصل فیصلہ کن طاقت تو خالق کائنات 'اللہ تعالیٰ' کی ہی ہے۔ جس

کا کوئی شریک نہیں۔ آج سابق وزیراعظم فریاد کرتے نظر آتے ہیں کہ انھیں کیوں نکالا گیا؟ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ فی الحقیقت قدرت کے نادیدہ ہاتھوں نے انھیں نظریۂ پاکستان سے بے وفائی اور اس نظریہ کی پامالی کی وجہ سے اقتدار سے الگ کر کے سرزمین پاکستان کو اس نظریاتی زوال سے بچایا ہے کہ کہیں یہ ملک اپنا مقصدِ وجود کھو کر ختم ہی نہ ہو جائے۔

● مقتدر جماعت مسلم لیگ (ن) کے سیاہ اعمال میں آخری اور رسوا کن عمل، ختم نبوت کے متعلق قانون کو بے اثر کرنا تھا۔ یہ بات میاں نواز شریف کے میزانِ عمل میں ہمالیہ ایسی غلطی تھی (اور ہے) جو دنیا اور آخرت میں رُوسیاہی کا سبب ہی بنے گی۔ دست قدرت نے ایسے حکمران کو الگ کر کے پاکستان میں جاری نظریاتی گراوٹ کے عمل کو روکا ہے۔ اگر چہ ملک کے مقتدر طبقات کو ملک میں جاری اس عدم استحکام کی اصل وجہ ابھی بھی سمجھ نہیں آ رہی اور وہ اسے معاشی استحکام کے خلاف سازش ہی قرار دے رہے ہیں۔ حقیقت وہی ہے جو مفکّر پاکستان نے ایک صدی قبل کہی تھی۔

ع زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

یا ع خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

● میاں محمد نواز شریف کا 'سابق وزیراعظم' ہو جانے کے عمل سے دوسرے سیاسی قائدین کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ ملک کے نظریاتی تشخّص کی حفاظت کی کس قدر ضرورت ہے۔ جو اس ملک کے نظریاتی تشخّص کی حفاظت کرے گا اور مستحکم کرے گا ___ وہ قائم رہے گا اور آگے بڑھے گا اور جو نظریاتی خلفشار کا منشور رکھتا ہو ___ وہ ناکام و نامراد ہوگا اور اس کے سر پر خاک ہوگی اور دنیا اور آخرت میں رُوسیاہی اس کا مقدر ہوگی۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ

اس شمارے کی اشاعت سے حکمت بالغہ اپنے بارھویں اشاعتی سال کا آغاز کر رہا ہے۔ اس عرصے میں حکمت بالغہ کی اشاعت سے جو خیر اور حق گوئی کا کام ہوا ہے تو وہ سراسر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا ہے۔ اور ہم تہہ دل سے اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں اور اگر کوئی غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہیں تو وہ یقیناً ہماری نظری وفکری نارسائی کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں۔ ہم ایسی (دانستہ و نادانستہ دیدہ و نادیدہ) تمام غلطیوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور معافی اور بخشش کے طلب گار ہیں۔

ہماری تعلیم پر مغربی فکر وتہذیب کے اثرات

ڈاکٹر محمد امین

(سہ روزہ تعلیمی ورکشاپ منعقدہ اسلام آباد، مورخہ ۱۸ ستمبر ۲۰۱۵
بعنوان ''تعلیم اور اس کا اسلامی کردار'' سے خطاب)

(بشکریہ: ماہنامہ البرہان لاہور، مارچ 2016ء)

ہلال وصلیب کی کشمکش۔تاریخی تناظر

حق و باطل میں کشمکش فطری اور ازلی ہے۔ اللہ کی عبادت و اطاعت اور رسالت و آخرت پر یقین کی زندگی گزارنا حق ہے اور اللہ، رسول اور آخرت کا انکار اور زندگی اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق گزارنا باطل ہے۔ کسی ایک نبی کا انکار دراصل سارے انبیاء کا انکار ہے بلکہ یہ انکارِ خدا ہے کیونکہ ہر نبی زمین پر خدا کا فرستادہ اور نمائندہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ نے جب نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر (منکرِ حق) قرار دیا۔ تاہم کفار مشرکین اور کفار اہل کتاب میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر سرے سے خدا، اور رسول اور آخرت مانتے ہی نہیں اور ثانی الذکر خدا، رسول اور آخرت کو اپنی مرضی کے مطابق مانتے ہیں، اللہ کے آخری نبی کا انکار کرتے ہیں اور آسمانی کتب اور تعلیمات میں انہوں نے اپنی خواہشات نفس سے تحریف کر لی ہے۔

نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ (یثرب) تشریف لائے اور اس شہر کو اشاعت و اقامت دین کے لیے اپنا مرکز بنایا تو وہاں کے یہود نے آپ ﷺ کو ناکام بنانے کے لیے پورا زور لگایا، سازشیں کیں، کفار مشرکین سے مل کر سازباز کی، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوششیں

کیں، باہر سے دشمنوں سے یلغار کرائی تو خود اندر سے حملے کے منصوبے بنائے۔ پیغمبر ﷺ پر گھات لگا کر حملے کی سازشوں اور دشمنی سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے انہیں ملک بدر کرنے کا حکم دیا۔ عیسائی مدینہ سے دور نجران میں تھے اور زیادہ طاقتور بھی نہ تھے لہٰذا انہوں نے دلیل ومناقشے میں شکست کھانے کے بعد لڑنے اور مقابلہ کرنے کی بجائے دب کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی یہودی اپنی سازشوں سے باز نہ آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں مبالغے (انہیں خدا قرار دینا) میں بھی عبداللہ بن سبا اور یہودیوں کا ہاتھ بتایا جاتا ہے۔ مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد رومی عیسائیوں کی مسلم دشمنی بِس گھولتی رہی اور انہوں نے جہاں بھی موقع پایا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ چنانچہ رومی بادشاہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امداد کی پیش کش کی اور عبدالملک کے زمانے میں سکّوں (درہم و دینار) پر آنحضرت ﷺ کی توہین والے الفاظ کندہ کرنے کی دھمکی دی۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ رویہ مسلمانوں کے خلاف جاری رہا یہاں تک کہ ۱۴۵۳ء میں مسلمانوں نے ترک سلطان محمد فاتح کے زمانے میں خشکی پر جہاز چلا کر قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) اور اس کے عیسائی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ قتل کرنے کی بجائے سلطان نے عیسائیوں اور پادریوں کو امن اور عزت سے شہر سے جانے کی اجازت دے دی۔ عیسائی پادریوں نے یورپی ممالک میں جا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید پروپیگنڈا کیا اور نفرت وتعصّبات کے بیج بوئے۔ صلیبی جنگوں میں بھی عیسائی یورپی ممالک متحد ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے اور جب انہوں نے بیت المقدس پر قبضہ کیا تو انہوں نے مسلمانوں کا اس بے دردی سے قتل عام کیا کہ ان کے گھوڑے گھٹنوں اور کمر تک مسلمانوں کے خون میں ڈوب رہے تھے۔ اس زمانے کی اسلام اور مسلمانوں پر کتب دیکھیں تو اس طرح کی باتیں عام ملتی ہیں کہ مسلمان بت پرست ہیں، قرآن، بائبل کی نقل ہے۔ محمد (ﷺ) مرگی کے مریض، آسیب زدہ اور جنسی مریض تھے (نعوذ باللہ من تلك الهفوات)

ان حالات میں مسلمانوں سے نفرت اور جوش انتقام میں جب اہل مغرب نے قوت

پکڑی اور مسلم معاشرے کو کمزور اور روبہ زوال دیکھا تو انھوں نے سازشوں سے (مثلاً ترکوں اور عربوں کو لڑا کر اور خلافت کا خاتمہ کرا کر) ان کی ہلتی دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا اور مسلم ممالک پر قبضہ کر لیا۔ ان کو خوب لوٹا، کچلا اور ان کو ہمیشہ غلام رکھنے کے لیے ان کے نظام اجتماعی (سیاسی نظام، معاشی نظام، قانونی نظام، معاشرتی نظام......) کو منہدم کیا اور ان کی اپنی فکر و تہذیب کے مطابق تشکیلِ نو کی۔ خصوصاً انھوں نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کو بدلا، ان کی زبانوں کو ذریعہ تعلیم نہ رہنے دیا (جیسے برصغیر میں فارسی کو) اور انگریزی کو غالب کیا، نصاب کو بدلا، مسلم تاریخ و تہذیب کو ہلکا اور سیاہ بنا کر پیش کیا، معاصر مغربی علوم کو شامل تدریس کیا اور اپنی علمی اور فکری برتری کو مبالغے کے ساتھ پیش کیا، ہم نصابی سرگرمیوں کو اپنا رنگ دیا جیسے مقامی کھیلوں کی بجائے کرکٹ اور فٹ بال کو رواج دیا، طلبہ کی یونیفارم بدل کر افرنگی کر دی، اپنی غذائیں رائج کیں جیسے چائے پینے کی عادت ڈالی، استاد کے سامنے مؤدب دوزانو بیٹھ کر پڑھنے کی بجائے میز کرسی کو رواج دیا...... وغیرہ۔ انھوں نے یہ سب کچھ مسلمانوں سے نفرت اور جوش انتقام میں کیا۔ تاکہ مسلم ذہن مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہو جائے۔ انھوں نے لارڈ میکالے کی اس اسکیم کو کامیابی سے نافذ کیا کہ ہندوستان کا تعلیمی سانچہ ایسا کر دو کہ ان کے نام مسلمانوں جیسے رہیں لیکن عملاً وہ مغربی تہذیب و ثقافت کو اپنا لیں۔ انھوں نے مسلم گریجوایٹس کو عموماً نچلے درجے کی ملازمتیں دیں اور ان کے اندر کلرکانہ، ملازمانہ و تابعدارانہ ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ غرض انھوں نے بھرپور کوششوں سے تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو ذہنی اور فکری غلام بنایا اور انھیں اپنی فکر و تہذیب کا شائق اور گرویدہ بنا لیا تاکہ وہ ہمیشہ ان کے غلام رہیں۔

اس صورت حال میں تعلیم کے میدان میں مسلم معاشرے میں دو طرح کا ردّعمل ہوا۔ ایک طرف سر سیّد جیسے مسلمانوں نے مغربی تہذیب کی بالادستی اور تعلیم میں انگریز کے استعماری ایجنڈے کو یہ کہہ کر قبول کر لیا کہ اس سے مسلمانوں کو روزگار اور ترقی ملے گی۔ دوسری طرف علماء نے جو انگریزوں کے غلبے سے پہلے معاشرے کا تعلیمی نظام چلا رہے تھے اور اب حکومتی سرپرستی ختم ہونے، اوقاف پر پابندی لگنے اور فارسی ذریعہ تعلیم کے خاتمے سے فارغ اور معطل ہو کر رہ گئے تھے، معاشرے کی مدد سے موجودہ طرز کے دینی مدارس کے قیام کا دیوبند سے آغاز کیا اور اپنے

نظام تعلیم میں انگریزی اور معاصر مغربی سوچ کو جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ انگریز کی غلامی سے نفرت کرتے تھے، انہیں ملک سے نکالنا چاہتے تھے اور اپنے طلبہ کو انگریز کی ملازمت سے بچانا چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان کے پاس مادی وسائل کی کمی تھی لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو بنیادی دینی علوم کی تدریس تک محدود رکھا تا کہ مسجدیں آباد رہیں اور نکاح وطلاق اور غمی وخوشی کی معاشرتی رسمیں باقی رہیں تا کہ برصغیر کا مسلم معاشرہ اندلس کی طرح تباہ نہ ہو جائے۔

یورپ سارے مقبوضہ مسلم ممالک پر اور انگریز ہندستان پر دوامی قبضے کا عزم اور منصوبے رکھتے تھے، تاہم انسان جو چاہے سوچے اور کرے، ہوتا وہی ہے جو اللہ کو منظور ہو چنانچہ مسلمانوں نے آزادی کی جدوجہد جاری رکھی۔ دوسری طرف اہل یورپ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں باہم لڑ کر کمزور ہو گئے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد ان کے لیے مسلم ممالک پر قبضہ رکھنا مشکل ہو گیا اور مسلم ممالک ایک ایک کر کے آزاد ہونا شروع ہو گئے لیکن یہاں بھی اہل مغرب نے ڈنڈی ماری۔ انہوں نے اپنے استعماری عزائم اور منصوبے جاری رکھنے کے لئے حکمت عملی تبدیل کر لی۔ انہوں نے کوشش کر کے اقتدار ان سیاسی قوتوں کو منتقل کیا جو ان کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے اور بیوروکریسی پہلے ہی ان کی تیار کردہ اور تربیت یافتہ تھی۔ انہوں نے اپنے ایجنٹ حکمرانوں کو اقتدار میں لانے اور رکھنے اور اسلام پسند قوتوں کا راستہ روکنے کی حکمت عملی اپنا لی۔ پھر ان ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعے حکومتی پالیسیوں کو کنٹرول کیا، ان کو بھاری قرضے دیے، انہیں کمیشن اور رشوت دی، انہیں لوٹ مار اور جیبیں بھرنے کی ترغیب دی، ان کے خفیہ اکاونٹ یورپی ممالک میں کھلوائے۔ اس طرح انہوں نے مسلم ممالک کو مفلس وقلاش بنا دیا اور مسلم عوام کو دوسری کوئی بات سوچنے کی بجائے دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہے۔ سارے شعبہ ہائے زندگی میں انہوں نے اسی طرح اپنے لے پالک حکمرانوں، سیاستدانوں اور فوج وسول بیورکریسی کے ذریعے مسلم ممالک کو تباہ وبرباد کیا، انہیں ترقی نہ کرنے دی اور ہر لحاظ سے انہیں پسماندہ اور پیچھے رکھنے کی کامیاب حکمت عملی اختیار کی۔

دینی قوتوں کو انہوں نے آپس میں لڑایا، ان میں فرقہ واریت کو فروغ دیا، ان میں بعض کو خرید لیا اور جو نہ بکے انہیں مقامی حکمرانوں کی مدد سے ناکام بنایا۔ اس طرح سے انہوں نے

نوزائیدہ مسلم ممالک کو اسلام کی راہ پر چلنے نہ دیا اور نہ مسلم معاشرے کی اسلامائزیشن کی کسی کوشش کو مؤثر اور کامیاب ہونے دیا۔

تعلیم کے شعبے میں انہوں نے گماشتہ حکمرانوں اور سول وفوجی بیوروکریسی کے ذریعے پاکستان کے مسلم معاشرے کو دین سے دور کرنے، اسے صحیح اور متوازن اسلامی نظامِ تعلیم کے مثبت اثرات سے محروم کرنے اور اسے ملحدانہ مغربی فکر وتہذیب کے شکنجے میں جکڑنے اور اپنے اسلام و مسلمان دشمن ایجنڈے کے لیے اسے استعمال کرنے کے لیے جو اقدامات کیے اور ان کے جو نتائج نکلے، اس کے لیے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

ا۔ تعلیم کی اسلامی تشکیل نو سے تغافل

انہوں نے پاکستان میں تعلیم کی اسلامائیزیشن کے عمل کو مؤثر نہیں ہونے دیا۔ علماء، دینی جماعتوں اور عوام کے اصرار پر اگر حکمرانوں اور بیوروکریسی کو اس غرض سے کچھ اقدامات کرنے پڑے جیسے تعلیمی پالیسی بنانا پڑی یا تعلیمی کمیشن اور کمیٹیاں بنانی پڑیں تو انہوں نے معاصرہ تعلیم کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے ان کی رپورٹوں کو دفتر فائلوں کے سردخانے میں ڈال دیا اور ان پر مؤثر عمل درآمد نہیں ہونے دیا اور اگر کچھ کرنا پڑا تو اسے درخ اندوزی یعنی پیچ ورک (PATCH WORK) کی شکل دے دی مثلاً سکولوں میں قرآن حکیم کی تعلیم کی ضرورت تسلیم کر لی گئی لیکن ان کے لیے نہ اساتذہ مہیا کیے گئے، نہ ان کی مستقل تربیت کا کوئی انتظام کیا گیا، نہ نصاب میں اسے لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی اور نہ امتحان میں اس کا پاس ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کاغذوں میں قرآن حکیم کی تعلیم آج بھی لازمی ہے لیکن عملاً اس کا کہیں وجود نہیں۔

۲۔ شرح خواندگی

انہوں نے پاکستان میں تعلیم عام نہیں ہونے دی۔ جی ڈی پی یعنی قومی آمدنی کا محض دو فیصد تعلیم کے لیے رکھا جاتا ہے اور عملاً وہ بھی استعمال نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں شرح خواندگی کم ہے۔ حکومتی اعداد وشمار کے مطابق اس وقت شرح خواندگی ۶۰ فیصد لیکن عملاً ۳۰۔۳۵

فیصد سے زیادہ نہیں۔

۳۔ انگریزی کی بالا دستی

انگریزی زبان کی بالادستی کو یقینی بنایا تا کہ اس کے ذریعے مغربی فکر و تہذیب اور بدیسی کلچر کے غلبے کی راہ ہموار کی جا سکے۔ اس کے لیے انگریزی کو سکولوں میں ذریعۂ تعلیم (MEDIUM OF INSTRUCTIONS) بنا دیا گیا یعنی سارے علوم انگریزی زبان میں پڑھائے جائیں گے اور ان کا امتحان بھی انگریزی میں ہوگا۔ نیز اس کے لیے انگریزی کو پہلی جماعت بلکہ پلے گروپ اور نرسری سے لازمی قرار دے دیا گیا۔

پاکستان میں غلبۂ انگریزی کے تعلیمی شعبہ میں جو نتائج نکلے ذرا ان پر ایک نظر ڈال لیجیے:

i۔ اس کی وجہ سے غیر ملکی ناشرین (مثلاً آکسفورڈ) کو مداخلت کا موقع ملا اور ان کے ذریعے غیر مسلم اور غیر پاکستانی مصنّفین کی کتابیں پاکستانی سکولوں میں مروّج ہوئیں جو اسلامی اور پاکستانی تناظر میں لکھی ہی نہیں گئیں بلکہ وہ مغربی فکر و تہذیب کو فروغ دینے کے تناظر میں مرتب کی گئی ہیں۔

ii۔ اس کی وجہ سے پاکستانی طلبہ کو غیر ملکی اداروں کے امتحان دینے کی ریت ڈالی گئی (جیسے کیمبرج کے اولیول کے امتحانات) جس کے بُرے اثرات و نتائج کی اپنی ایک تفصیل ہے جس میں قیمتی زرمبادلہ کا ضیاع، غیر ملکی، غیر اسلامی، غیر پاکستانی مصنّفین کی نصابی کتب کا مطالعہ، مغربی تہذیب و تمدن کی بالادستی پر یقین اور ان سے مرعوبیت وغیرہ۔

iii۔ اس سے اردو کی حق تلفی ہوئی اور وہ سرکاری اور دفتری زبان نہ بن سکی۔ وہ آئین و قانون کی رو سے قومی زبان ہے لیکن عملاً اسے قومی زبان بننے نہیں دیا گیا اور اس کی جگہ آج تک انگریزی نے لے رکھی ہے۔

iv۔ اس کی وجہ سے اردو ذریعۂ تعلیم کو ختم کر دیا گیا اور اردو میڈیم سکول بند ہو گئے۔ زبان درحقیقت تہذیب و تمدن کے انتقال و فروغ کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اردو برصغیر میں مسلمانوں کی زبان تھی اور اسلام، نظریۂ پاکستان اور پاکستانیت کا مظہر تھی لہٰذا اردو کے ذریعہ تعلیم اور ذریعہ امتحان نہ رہنے سے ان سب مقاصد کو زک پہنچی۔

v۔ چونکہ معاشرے میں انگریزی زبان مروّج نہیں لہٰذا اس کا سیکھنا سکھانا عملاً مشکل ہے اور خود والدین بھی بچوں کو انگلش میڈیم مضامین پڑھانے میں مدد نہیں دے سکتے کیونکہ وہ عموماً انگلش میڈیم میں پڑھے ہوئے نہیں ہوتے لہٰذا اس کے لیے پہلے ٹیوشن سنٹر کھلے اور پھر انہوں نے شام کی اکیڈمیوں کی شکل اختیار کر لی اور یہ اب ہمارے نظامِ تعلیم کا ناگزیر جزو بن کر رہ گئی ہیں۔

vi۔ انگریزی زبان، کلچر اور مغرب زدہ تعلیمی نظام کے فروغ کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو آگے لایا گیا اور اسے ہر قسم کی نگرانی اور پابندی سے آزاد رکھا گیا۔ حکومت پوچھتی ہی نہیں کہ کیا پڑھایا جاتا ہے؟ کون پڑھا رہا ہے؟ کتنی فیس لی جا رہی ہے؟ وغیرہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلش میڈیم سکولوں کی بھرمار ہو گئی اور گلی گلی پرائیویٹ انگلش میڈیم سکول کھل گئے۔

اس کے ساتھ ہی پبلک سیکٹر سکولوں پر سے توجہ کم کر دی گئی، بجٹ کم ہوا، تنخواہیں نہ بڑھائی گئیں، لائق اور ذہین اساتذہ نے وہاں جانا چھوڑ دیا اور سرکاری سکول بتدریج پسماندگی کی علامت بن گئے۔ وہ بند اور ویران ہونا شروع ہو گئے اور وہاں اب بچوں کو کوئی نہیں بھجواتا سوائے غریب غرباء کے جو فیس ادا نہیں کر سکتے۔

vii۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کا لازمی نتیجہ رٹے بازی (ROTE LEARNING) کی صورت میں نکلا کہ طلبا عبارت کو سمجھتے نہیں لیکن امتحان پاس کرنے کی خاطر رٹ لیتے ہیں۔ اس عمل نے طلبہ کی تحقیقی صلاحیتوں کو کچل کر انہیں رٹو طوطے بنا دیا اور ظاہر ہے جس قوم کے افراد کی تخلیقی و تحقیقی صلاحیتیں کند ہو جائیں، اس کا تعلیم میں بلکہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانا لابدی ہے۔

viii۔ انگریزی ذریعہ تعلیم بنانے کا لازمی نتیجہ امتحان بذریعہ انگریزی کی صورت میں نکلا۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ متوسط درجے کے طلبہ اور اردو و اسلامی کلچر کے حامل طلبہ کے لیے یہاں کامیاب ہونا مشکل ہو گیا۔ ہماری بیوروکریسی اور عدلیہ کے جج حضرات کے مغرب زدہ، سیکولر اور اسلامی و قومی تعلیمات و روایات سے تہی دست ہونے کا ایک بنیادی سبب ان کے نظام تعلیم و تربیت کا انگریزی زدہ اور مغرب زدہ ہونا ہے۔

ix۔ انگریزی ذریعہ تعلیم اور لازمی انگریزی پاکستان میں جہالت پھیلانے اور شرح تعلیم کم کرنے کا بنیادی سبب ہیں۔ پاکستان میں پرائمری سطح پر سکول چھوڑنے کی شرح

(DROP OUT RATE) تقریباً پچاس فیصد ہے جبکہ میٹرک کے بورڈ کے امتحانات میں فیل ہونے والے بچوں کی اکثریت بھی انگریزی میں فیل ہوتی ہے اور پھر آگے تعلیم جاری نہیں رکھ پاتی۔ انگریزی ذریعہ تعلیم اور لازمی انگریزی ختم کردی جائے تو یہ صورت حال لازماً بہتر ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانیوں کو انگریزی کا بخار چڑھانا یہاں مصروف کار مغربی ایجنٹوں کی حکمت عملی کی تازہ کامیابی ہے ورنہ راقم نے 1967ء میں میٹرک پاس کیا تھا اور اس وقت انگریزی چھٹی جماعت سے بطور لازمی مضمون پڑھائی جاتی تھی۔ اصول کی بات یہ ہے کہ انگریزی کو لازمی مضمون ہونا ہی نہیں چاہیے بلکہ اختیاری مضمون ہونا چاہیے تاکہ جو انگریزی پڑھنا چاہتا ہو وہ پڑھ لے لیکن مغربی قوتیں ایسا اس لیے نہیں ہونے دیتیں کہ اسی کے ذریعے تو ہمیں اپنا ذہنی غلام بناتی ہیں اور ہمارے ہاں کالے انگریز یعنی مغرب زدہ حکمران طبقہ پیدا کرتی ہیں۔

پبلک سیکٹر: غیر ملکی اور غیر مسلم تعلیمی مشیروں کے کہنے پر پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے پرائیویٹ سکولوں کی طرز پر گورنمنٹ سکولوں میں بھی پہلی جماعت سے انگریزی لازمی کردی۔ چونکہ محمد بن تغلق کی طرح یہ منصوبہ بغیر سوچے سمجھے بنایا گیا تھا اور انگریزی پڑھانے والے اتنے اساتذہ موجود ہی نہ تھے اور جو تھے یا رکھے گئے ان کی مناسب تربیت کا انتظام بھی نہ کیا جاسکا، چنانچہ چند سال مزید جہالت پھیلانے کے بعد یہ منصوبہ ناکام ہو گیا اور پنجاب حکومت نے اسے بتدریج واپس لینے کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ ذہنیت کہ ''اچھی انگریزی ذریعہ ترقی ہے'' مغرب نے ہمارے سارے سیاستدانوں اور حکمران طبقوں میں پیدا کر دی ہے لہٰذا حکمرانوں کے ساتھ اپوزیشن بھی اسی کی قائل ہے۔ چنانچہ ''نیا پاکستان'' کا تصور دینے والے تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کو جوں ہی سرحدی صوبے خیبر پی کے میں اقتدار ملا، اس نے اپنی اتحادی جماعت اسلامی کی مخالفت کے باوجود پہلی جماعت سے انگریزی اور انگریزی میڈیم نافذ کر دیا اور اب منہ بگاڑ کر انگریزی بولنے والے پیدا کر کے وہاں ''ترقی'' کے بیج بوئے جائیں گے اور اس کے پردے میں روشن خیالی، مغربیت، سیکولرزم اور اباحیت پسندی کو فروغ دیا جائے گا۔

۴۔ مخلوط تعلیم

مغرب سے درآمد کردہ تعلیمی روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اباحیت اور روشن خیالی

کو فروغ دینے کے لیے مخلوط تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جائے چنانچہ پہلے کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر مخلوط تعلیم کی طرح ڈالی گئی تا کہ مسلم نوجوانوں میں فحاشی پھیلا کر ان کے اخلاق تباہ کیے جائیں۔ پھر بعد میں خصوصاً پنجاب کے سیکولر وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے اپنے غیر ملکی مسلم مشیروں کی انگیخت پر سکولوں میں بھی مخلوط تعلیم نافذ کر دی بلکہ اساتذہ میں بھی اسے نافذ کر دیا یعنی لڑکیوں کے سکولوں میں مرد اساتذہ تعینات کیے گئے اور لڑکوں کے سکولوں میں خواتین اساتذہ۔

۵۔ پری سکول تعلیم پر زور

پاکستانی مسلمانوں میں مغربیت کے فروغ کے لیے امریکہ، یورپ، اقوام متحدہ اور ان کی ڈونر ایجنسیوں (تعلیم کے نام پر امداد اور چندہ دینے والی تنظیموں) نے یہاں پری سکول یعنی پہلی جماعت سے ما قبل کی تعلیم کو رواج دیا اور اس وقت پلے گروپ، نرسری (بلکہ نرسری I اور II) اور پریپ (بلکہ پریپ I اور II) کے نام پر دو تین سال کی با قاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ خود مغرب میں اس کا تصور کنڈر گارٹن اور مونٹیسوری کا ہے یعنی بچوں کو کھیل ہی کھیل میں مقامی معاشرتی ماحول سے مانوس کر دیا جائے، نوشت و خواندگی ابتدائی مہارتیں سکھا دی جائیں لیکن پاکستان میں اس کے لیے بھاری بھر بستہ (کتابیں، ورک بک، کاپیاں) طلبہ کو تھما دیا جاتا ہے۔

اور بے عقلی پر مبنی اس ساری مشق کے دوران یہ نہیں سوچا گیا کہ مغرب میں تو پری سکول مجبوری ہے کہ وہاں ماؤں کی اکثریت ملازمت کرتی ہے لہٰذا بچہ پیدائش کے فوراً بعد 'ڈے کیئر سنٹرز' میں بھیج دیا جاتا ہے اور ماں دفتر سے واپسی پر اسے گھر لے آتی ہے۔ پھر بچہ جوں ہی ڈھائی تین سال کا ہوتا ہے، اسے مصروف رکھنے کے لیے پری سکول کے پلے گروپ میں داخل کرا دیا جاتا ہے...... لیکن کسی نے نہیں سوچا کہ پاکستان کے مسلم معاشرے میں ماؤں کی اکثریت نوکری نہیں کرتی لہٰذا اس کھکھیڑ کی یہاں ضرورت ہی نہیں۔ پھر اسلامی روایت میں عورت کا سب سے بڑا اور بنیادی کام ہی بچوں کی تربیت کرنا ہے اور اسی وجہ سے قرآن حکیم نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ٹِک کر گھروں میں بیٹھیں لیکن مغرب کی پیروی کے جنون نے پری سکول کو اب نظام تعلیم کا با قاعدہ اور لازمی جز بنا دیا ہے۔ ماؤں کو یہ متبادل دیا گیا ہے کہ وہ رات گئے تک ٹی وی ڈرامے اور انڈین فلمیں دیکھیں یا شاپنگ کریں اور صبح دیر تک سوتی رہیں اور بچے کو نوکر، ڈرائیور، یا ڈیڈی سکول چھوڑ

آئیں۔ بریک فاسٹ بنا بنایا محلے کی بیکری یا جنرل سٹور سے مل جاتا ہے اور والدہ صاحبہ گھر میں سورہی ہوتی ہیں یا جاگ جائیں تو بچوں کو سکول بھیجنے کے بعد استراحت فرماتی ہیں۔ بچہ اگر گھر میں ہوگا تو ظاہر ہے اس کے لیے ناشتہ بنانا پڑے گا، اسے نہلانا پڑے گا، پھر اسے مصروف رکھنا پڑے گا، اس سے کھیلنا پڑے گا لہٰذا ماں کو یہ سکھایا گیا کہ تمہیں یہ سارے ''جھنجھٹ'' پالنے کی ضرورت کیا ہے بچے کو پری سکول بھیجو اور خود آرام اور فراغت سے رہو اور بچے کو سکول میں پڑھایا کیا جاتا ہے 'ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار' یا 'بابا بلیک شیپ'۔ یہ پاکستان کو اسلامی معاشرہ بنایا جارہا ہے یا مغربی معاشرہ؟ یہاں مغربی معاشرے کا فرد پروان چڑھایا جارہا ہے یا اس سے محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی پیدا ہوں گے؟

٦۔ لڑکیوں کی تعلیم

پاکستان میں تعلیم اگرچہ ویسے ہی کم ہے لیکن خصوصاً دیہی علاقوں میں بچیوں کی شرح تعلیم کم ہے اور بلوچستان اور خیبر پی کے میں تو بچیوں کی شرح تعلیم بہت ہی کم ہے۔ ہماری ایک دفعہ شمالی قبائلی علاقے کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی تو ہم نے اس سے پوچھا کہ اسلام تو تعلیم کی حمایت کرتا ہے پھر طالبان سکول کیوں جلاتے ہیں؟ اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ لوگ تعلیم کو برا نہیں سمجھتے بلکہ اس مخصوص تعلیم، ماحول اور مائنڈ سیٹ کو غلط سمجھتے ہیں جو یہ سکول جدید مغرب زدہ تعلیم وہاں مہیا کرتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی بچیاں ان سکولوں کالجوں میں پڑھ کر بے حیا اور ماڈرن بن جائیں گی اور اسلامی ومقامی معاشرت اور رسم ورواج کی باغی ہو جائیں گی، اس لیے وہ اپنی بچیوں کو سکول نہیں بھجواتے۔ دوسرے یہ کہ پاکستانی فوج نے اکثر وبیشتر وہاں سکولوں کو اپنا کیمپ اور مرکز بنایا ہوتا ہے لہٰذا وہ سکول پر نہیں فوجی کیمپ پر حملہ کرتے ہیں، اس فوج پر جو امریکہ کی حمایت میں اور اس کے کہنے پر ان سے لڑنے اور ان کو مارنے وہاں آئی ہوئی ہے۔ لیکن طالبان کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈا یہ کیا جاتا ہے کہ طالبان انتہا پسند ہیں اور تعلیم کے خلاف ہیں۔

یہ باتیں سن کر ہمیں سمجھ آئی کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں بالعموم اور خیبر پی کے و بلوچستان میں بالخصوص بچیوں کی تعلیم کی شرح تعلیم کم کیوں ہے۔ اگر پاکستان کے حکمران طبقات میں عقل اور حمیت ہو تو وہ لڑکیوں کے نظام تعلیم کو وہاں اسلامی اصول واقدار کے مطابق بنائیں تو

لوگ اپنی بچیوں کو سکول بھیجنے میں عار محسوس نہیں کریں گے۔

۷۔ تعلیم میں طبقہ واریت

جس طرح جاگیرداروں نے دورِ غلامی میں بچوں کی تعلیم کے لیے ایچی سن سکول و کالج قائم کیا تھا، اسی طرح مغرب کے سرمایہ دارنہ نظام میں پل کر امیر ہونے والوں میں پاکستان میں اپنے بچوں کے لیے مہنگے انگلش میڈیم سکول انہیں آکسفورڈ کی کتابیں پڑھانے اور اولیول، اے الیول کے امتحان دلانے کے لیے قائم کر لیے۔ ان کی دیکھا دیکھی بلکہ نقالی میں متوسط طبقہ بھی میدان میں آ گیا گلی گلی انگلش میڈیم سکول کھل گئے جن کا نہ کوئی معیار ہے اور نہ سٹینڈرڈ لیکن انگلش میڈیم کا نام 'دل پشوری' کے لیے موجود ہے اور غریب غربا کے لیے گورنمنٹ سکول بھی موجود ہیں۔ اس طبقاتی سکول سسٹم نے یکساں تعلیم کے تصور کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے جو قومی یکجہتی اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے ناگزیر تھا اور ہے۔

۸۔ تعلیم کا ہدف

کائنات کے بارے میں نو دریافت شدہ معلومات اور سائنس و ٹیکنالوجی کی پیدا کردہ نئی اشیاء اور مشینوں اور اوزاروں کے استعمال کی مہارتیں ہی اب حاصل و ہدف تعلیم ہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا علم یہی ہے؟ اور علم کی غایت یہی ہے؟ اور کیا خدا شناسی اور تعمیر اخلاق و کردار جیسے اہدافِ تعلیم اب غرق دریا ہو چکے؟ ظاہر ہے "یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ" جیسے اصول اگر ہماری نظر سے اوجھل ہو جائیں گے اور تعلیم کا فلسفہ مغرب سے درآمد کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا اور لطف کی بات یہ ہے کہ سائنس و ٹیکنالوجی میں ہم پھر بھی پیچھے ہیں اور جدیدیت و مغربیت کے نام پر ہم نے جدید تعلیم میں قرآن و سنت کی تعلیم و تربیت سے بھی فارغ خطی حاصل کر لی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔

۹۔ کمرشلزم

مغرب اور اس کے سرمایہ دارانہ نظام کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اس نے تعلیم کو تجارت اور کاروبار بنا دیا ہے۔ ہماری دینی اور تہذیبی روایت میں یہ کارِ نبوت تھا، نیکی اور ثواب کا کام تھا اور

اسے انجام دینے والے وارثانِ انبیاء تھے۔حکومت، امراءاور عوام ان وارثان انبیاء اور طالبانِ علم کی خدمت کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔تعلیم کو کاروبار بنانے سے تعلیم کی ساری قدریں اور اصول بدل گئے۔سکول کالج چلانے والے منتظم اور تاجر بن گئے اور طلبہ خریدارانِ علم اور گاہک ٹھہرے۔ زیادہ سے زیادہ نفع کمانا مقصد تعلیم بن گیا اور بیچی جانے والی اشیاء (معلومات اور مہارتیں) وہی قابل اعتنا ٹھہریں جو مارکیٹ کی ضرورت پوری کرنے والی ہوں۔اس ماحول میں کہاں گئی خداشناسی، خودشناسی اور تعمیر اخلاق و کردار۔

۱۰۔ تعلیم صوبائی معاملہ

تعلیم خصوصاً نصاب سازی مرکزی حکومت کا شعبہ تھا اور یہ پاکستانیوں کو بطور ایک قوم (اگرچہ مغرب کی نیشن سٹیٹ تھیوری اسلام کے تصور اخوت وامت کے برعکس ہے) متحد رکھنے اور تعلیم ونصاب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق رکھنے کا ایک آسان نسخہ بلکہ لازمی تقاضا تھا لیکن مغربی قوتیں جو پاکستان میں سیاسی عدمِ استحکام کی زبردست خواہش منداور داعی ہیں،انہوں نے صوبائی حقوق کے نام پر پاکستان کی مرکز گریز اور اسلام گریز قوتوں کو شہ دی (اور یہ بات اب اوپن سیکرٹ ہے کہ بھارت اور امریکہ (مع یورپ واسرائیل) سندھ، بلوچستان اور خیبر پی کے کی مرکز گریز قوتوں کی مالی وسیاسی پشت پناہی کرتے ہیں) جنہوں نے صوبائی حقوق کے نام پر آئین پاکستان کا حلیہ بگاڑا اور منجملہ دوسری باتوں کے تعلیم اور نصاب سازی کو مرکز کے ہاتھوں سے نکال کر اسے صوبائی معاملہ بنا دیا اور پنجاب اور سندھ نے تو اپنے صوبائی ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) بنا بھی لیے ہیں اور خیبر پی کے کے نصاب میں باچا خان اور سندھ کے نصاب میں جی ایم سید پر مضامین شامل نصاب ہو چکے ہیں۔ پنجاب اور خیبر پی کے میں پہلی جماعت (بلکہ پری سکول) سے انگریزی کو لازمی مضمون بنایا جا چکا ہے۔

یہ تو محض ابتداء ہے۔نصاب کا آگے چل کر کیا حشر ہوگا اور اسے کس طرح اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف بلکہ پاکستان کو توڑنے کے لیے استعمال کیا جائے گا یہ ہم نے نہ دیکھا تو (خدانخواستہ) ہماری اگلی نسل دیکھے گی۔اگرچہ مشرقی پاکستان میں ہم نے آنکھوں سے یہ سب ہوتے دیکھا ہے لیکن ہم ایک ایسی نااہل اور بے حس قوم ہیں کہ ہم اپنی غلطیوں سے سبق سیکھنے کو تیار

نہیں اور ہماری قیادت آج بھی 60ہزار پاکستانیوں کی جان کی قربانی دینے، پاکستانی معیشت کو کھربوں کا نقصان پہنچانے اور مشرقی پاکستان گنوانے کے باوجود امریکہ ویورپ کو دوست قرار دیتی ہے اور بھارت سے دوستانہ مراسم قائم کرنے کے لیے تگ ودو کرتی رہتی ہے اور اپنے نظام تعلیم میں ان کی مرضی کی احمقانہ تبدیلیاں کرتی رہتی ہے۔ بایں عقل ودانش ببائد گریست (یعنی اس عقل ودانش پر سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے)

۱۱۔ غیر ملکی امداد

امریکہ ویورپ اور ان کی ڈونر ایجنسیاں (تعلیم کے نام پر امداد دینے والی تنظیمیں) خصوصاً یو ایس ایڈ شرح تعلیم میں اضافے، تعلیمی معیار کی بہتری، تربیت اساتذہ، تعلیم نسواں، بچوں کی صحت، وومن امپاورمنٹ (حقوق نسواں یا معاشرے میں عورتوں کو بااختیار بنانا اور ان کی حیثیت مستحکم کرنا) اور دینی مدارس میں مین سٹریمنگ (مدارس کو قومی تعلیمی دھارے میں لانا) جیسے خوبصورت نعروں کے پردے میں علی الاعلان پاکستان کی مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو مالی امداد مہیا کرتی ہیں اور تعلیم کے لیے منصوبے بنانے اور نافذ کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ سندھ وبلوچستان کے مرد وخواتین اساتذہ امریکہ تربیت کے لیے لے جائے جارہے ہیں۔ پنجاب سیکولر اور نااہل وزیر اعلیٰ کے تعلیمی مشیر برطانوی اور کینیڈین نیشنل ہیں اور انہیں پنجاب کے نظام تعلیم کو مغرب زدہ اور سیکولر بنانے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ ایک امریکی تنظیم پاکستانی اساتذہ ومحققین کو اعلیٰ تعلیم وتحقیق کے نام پر مستقل امریکی یونیورسٹیوں میں لے جا کر انہیں روشن خیال اور ماڈرن بنانے کی سعی کرتی ہے۔

۱۲۔ ہم نصابی سرگرمیاں

غیر نصابی یا ہم نصابی سرگرمیاں درس گاہ کے ماحول اور طلبہ کی تربیت کا رخ متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ سرگرمیاں شخصیت کی ترقی اور انسانی صلاحیتوں کی نمو میں معاون ہوتی ہیں۔ تاہم ظاہر ہے کہ اگر یہ سرگرمیاں مغربی فکر وتہذیب کے تناظر میں منظّم کی جائیں گی تو ایسی شخصیت کو پروان چڑھائیں گی جو مغرب زدہ ہو اور مغربی اصول واقدار اور مغربی

طرزِ زندگی کی گرویدہ ہو اور اس کے برعکس اگر یہ سرگرمیاں اسلامی تناظر میں مدوّن و منظّم کی جائیں گی تو اسلامی اصول و اقدار کے فروغ اور شخصیت کو اسلامی رخ دینے میں معاون ثابت ہوں گی۔ ہم دونوں کی چند مثالیں عرض کرتے ہیں۔

اگر طلبہ کی یونیفارم انگریزی ہو (یعنی پینٹ شرٹ نکٹائی وغیرہ) طالبات کے ننگے سر یا وی کی پٹی یا دوپٹہ کندھے پر ڈالنے کو کہا جائے۔ فیشن شوز، مینا بازار، کنسرٹس (موسیقی، گانے اور بعض اوقات طالبات کے ڈانس یا ان کاموں کے لیے پیشہ ور لوگ یعنی 'فن کار' بلائے جائیں) گانے بجانے کی کلاس، تیراکی کے لباس میں طالبات سے سوئمنگ کرانا، مخلوط پکنکس، مخلوط تعلیم، مخلوط کیفے ٹیریا، مخلوط لائبریری، مخلوط تقریری مقابلے، مخلوط گیمز۔ مختصر یونیفارم میں طالبات سے ہاکی اور ایسی ہی دوسری گیمز کرانا جو کھلے عام ہوں جنہیں مرد بھی دیکھیں یا انہیں ٹی وی پر دکھایا جائے، خواتین اساتذہ کا خوب بن سنور کر میک اپ کر کے خوشبو لگا کر کلاس میں آنا، لڑکیوں لڑکوں کو مل کر ASSIGNMENTS کرنے کے لیے کہنا، طلباء کے لیے نوجوان خواتین اساتذہ اور طالبات کے لیے نوجوان مرد اساتذہ...... اس طرح کی سرگرمیوں سے جو ماحول پیدا ہوگا ظاہر ہے وہ غیر اسلامی ہوگا اور طلبہ و طالبات میں مغربی اصول و اقدار کو فروغ دے گا۔

اس کے برعکس اگر لباس پاکستانی و مشرقی ہو، طالبات کو چادر سے جسم اور سر ڈھکنے کو کہا جائے، درس گاہ میں کوئی تعلیمی اور تفریحی سرگرمی مخلوط نہ ہو، استقبالِ رمضان، عیدین، شب معراج، یومِ اقبال، یومِ پاکستان وغیرہ کی تقریبات منظّم کی جائیں، تقریری اور تحریری مقابلوں کے موضوعات اسلامی اور سوبر ہوں۔ طلبہ و طالبات درس گاہ میں آتے ہوئے وقت کی پابندی کریں، درس گاہ کو صاف ستھرا رکھیں، قطاروں میں خاموشی سے حرکت ہو تو طلبہ و طالبات کی صلاحیتیں ان شاء اللہ اسلامی تناظر میں پروان چڑھیں گی۔

۱۳۔ دینی مدارس پر اثرات

استعمار نے برصغیر میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم منہدم کر دیا۔ اوقاف ختم کر دیے، ذریعہ تعلیم فارسی ختم کر دیا اور وہ مدارس بند ہو گئے جو معاشرے اور ریاست کے لیے افراد کار مہیا کرتے تھے۔ انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنا کر انگریز نے نظام تعلیم کی تشکیل نو کر دی۔ اس کے ردّ عمل میں

انگریزوں سے مل کر سرسیّد احمد خان نے جدید تعلیم کے مغرب زدہ تعلیمی ادارے قائم کر دیے جس کا نمائندہ علی گڑھ کالج تھا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا اور علماء کرام نے ایسے 'دینی مدارس' قائم کرنا شروع کر دیے جو مساجد کو آباد رکھنے اور معاشرتی رسوم و رواج کی اسلامی تناظر میں بقا کا سبب بنتے۔ اس کا رول ماڈل دیوبند بنا۔ ان مدارس نے دنیوی تعلیم دینا بند کر دی کیونکہ وہ استعمار مخالف تھے اور ریاست کے لیے افراد تیار کرنا ان کے پیش نظر تھا ہی نہیں۔

بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد کسی حکومت نے نظام تعلیم کی اصلاح اور علی گڑھ و دیوبند کے تعلیمی دھاروں کی یکجائی کا نہ سوچا اور نہ علماء کرام نے اس پر غور کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم کی ثنویت اور دوئی آج تک قائم ہے۔ اس چیز نے سیکولرزم کو مستحکم کیا۔ ہمارے دینی مدارس کا ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ دینی تعلیم کے نام پر جو تعلیم وہ دیتے ہیں وہ دین کے عصری تقاضوں اور ضروریات کو پورا نہیں کرتی اور نہ مدارس مغربی فکر و تہذیب کا تنقیدی مطالعہ کراتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایسا آدمی تیار ہی نہیں کرتے جو عصر حاضر کے مسلم معاشرے کی تشکیل نو کر سکے اور اس کے مسائل و مشکلات میں مسلم عوام کی رہنمائی کر سکے۔

۱۴۔ میڈیا یعنی غیر رسمی تعلیم پر اثرات

مغرب میں پوسٹ ماڈرنزم اور سائنس و ٹیکنالوجی کی پیش رفت ذرائع ابلاغ میں تیز ترین اور حیرت انگیز تبدیلیوں کا ذریعہ بنی۔ گرافون سے ٹیپ ریکارڈر، ٹرانزسٹر سے وی سی آر اور پھر ٹی وی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے دنیا کو سچ مچ ایک گاؤں بنا دیا ہے۔ چونکہ اس میڈیا کی تشکیل مغربی فکر و تہذیب کے ہاتھوں ہوئی ہے لہٰذا اس نے مغرب کی فکر و تہذیب کو گلوبالائز کرنے اور اسے دنیا پر غالب کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور کمیونزم و سوشلزم کی شکست کے بعد اسلام ہی وہ واحد فکر ہے جو اس کی مزاحمت کرتی ہے لہٰذا اہل مغرب نے 'دوستی' کے پردے میں مسلم معاشرے کو زہر دینے کے لیے وہاں جدید میڈیا کو فروغ دیا ہے۔ اس فساد زدہ میڈیا کے اثرات تعلیم کی طرح سلو پائزن (SLOW POISON) (یعنی آہستہ آہستہ اثر کرنے والا زہر) کی بجائے سریع الاثر زہر ثابت ہوئے ہیں اور انہوں نے مسلم معاشرے کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تعلیم جو بگاڑ شخصیت میں برسوں میں لاتی تھی جدید میڈیا وہ بگاڑ ہفتوں میں لے آتا ہے۔ ہمارے

مغرب زدہ حکمران خوابِ خرگوش میں مست ہیں اور حد یہ ہے کہ دینی عناصر بھی خاموش اور بے حس ہیں، علماء دینی مدارس، مساجد، اصلاحی تحریکیں، دینی سیاسی جماعتیں...... کسی کو اس سیلاب کے روکنے کی فکر نہیں، ان میں اس کا مقابلہ کرنےکی صلاحیت نہیں اور نہ کہیں اس کا مقابلہ کرنے کی کوئی منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ اس میڈیا نے مسلم نوجوانوں کا اخلاق تباہ کر دیا ہے بلکہ پورے معاشرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔

بڑے نظریاتی نقصانات

پاکستانی نظامِ تعلیم کے مختلف شعبوں اور اجزاء پر مغربی فکر و تہذیب کے جو مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں ان کی طرف ہم نے سطور بالا میں اختصار سے اشارہ کر دیا ہے۔ اب اس موضوع کو سمیٹتے ہوئے بحیثیت مجموعی ہمارے نظامِ تعلیم پر مغربی فکر و تہذیب کے جو بڑے بڑے مضر نظریاتی اثرات پڑے ہیں ہم ان کا مختصر ذکر کریں گے:

ا۔ تعلیم کے اسلامی و پیغمبرانہ کردار کا خاتمہ

مسلم روایت میں تعلیم و تربیت (تعلیم و تزکیہ یا دعوت اصلاح) مقدس پیغمبرانہ مشن ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پیغمبروں کو اور خصوصاً آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو لوگوں کی اصلاح کے لیے تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کا طریق کار بتایا تھا تا کہ لوگ ہدایت پاسکیں اور اپنے خالق و مالک کی مرضی کی زندگی گزار سکیں اور آخرت میں کامیاب ہو کر اللہ کی خوشنودی اور نعمتوں کے حق دار ٹھہر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم و تزکیہ اور دعوت و اصلاح مسلم روایت میں ایک مقدس فریضہ سمجھی جاتی رہی ہیں اور اساتذہ (علماء کرام) اسے فریضہ، وراثت نبوت اور دینی خدمت سمجھ کر سرانجام دیتے تھے اور معاشرہ و ریاست بھی اسے اسی سپرٹ میں لیتے تھے اور اس کارِ خیر میں ان سے تعاون کرتے تھے۔ اسے کبھی محض دنیاوی منفعت اور ملازمت و کاربار کا ذریعہ نہیں سمجھا گیا جیسا کہ مغربی فکر و تہذیب کے زیر اثر اسے آج سمجھا جاتا ہے۔ تعلیم کتاب و حکمت کا پیکیج دینی و دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم کا جامع تھا اور تزکیہ، تعمیر شخصیت و کردار کا عنوان تھا۔ یہ محض دنیوی منفعت کی خاطر صلاحیتوں کی نمونہ تھی اور نہ تعلیم دینی و دنیاوی کے خانوں میں

منقسم تھی کہ دنیا کی تعلیم ساری کی ساری کسی دوسری تہذیب/دین سے لے لی جائے اور دین کے نام پر ایسی تعلیم ہو جس کا دنیاوی تعلیم سے کوئی ربط، واسطہ اور ہم آہنگی نہ ہو۔ تعلیم کی یہ ثنویت مغربی فکر و تہذیب کی وجہ سے ہے۔

۲۔ نظریاتی کشمکش کا نتیجہ بے کرداری

شخصیت اسی وقت پنپتی ہے، کردار اسی وقت تشکیل پاتا ہے اور صلاحیتیں اسی وقت متوازن، احسن اور مستحکم انداز میں نمو پاتی ہیں جب فکر میں یکسوئی ہو اور وہ کسی خاص ڈھب میں، مخصوص اہداف کے لیے شخصیت کو تیار کرے۔ اگر علم کی اساس صرف اسلامی نظریات ہوں اور تعلیم و تربیت ان کے مطابق اور ان کے تقاضوں پر مبنی ہو تو لامحالہ ایسی تعلیم مستحکم اور صاحب کردار مسلم شخصیت کو جنم دے گی۔ لیکن اگر علم کی اساس صرف اسلامی نظریات نہ ہوں بلکہ مغربی فکر و تہذیب کے نظریات بھی ان کے ساتھ شریک ہوں تو یہ اَن مِل بے جوڑ ملغوبہ (کیونکہ مغربی فکر و تہذیب کے ورلڈ ویو، اسلامی ورلڈ ویو (عقائد) کے بالکل متضاد ہے لہٰذا وہ دونوں ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو سکتے) فکری یکسوئی کو ختم کرے گا۔ ایک اسے مشرق کی طرف کھینچے گا تو دوسرا مغرب کی طرف اور متضاد نظریات کی اس باہمی کشمکش کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ فکری انارکی اور عدم یکسوئی کی وجہ سے مستحکم شخصیت پروان نہیں چڑھے گی بلکہ متضاد نظریات کی وجہ سے یہ بے عملی اور بے کرداری کو جنم دے گی۔ شخصیت کوئی ڈھب اور کوئی سمت اختیار نہیں کر سکے گی اور صلاحیتوں کی نمو بھی اس سے متاثر ہوگی۔ اس صورت حال میں تخلیقی صلاحیت پروان چڑھ ہی نہیں سکتی چنانچہ ذہین، باصلاحیت اور صاحب کردار لوگ پیدا ہونے بند اور کم ہو گئے ہیں۔

۳۔ مغربیت کا فروغ اور غلبہ

مسلم نظام تعلیم پر مغربی فکر و تہذیب کی بالادستی کا پہلا اور ناگزیر نتیجہ مسلم معاشرے پر مغربی فکر و تہذیب کا علمی و فکری غلبہ اور مسلم فکر و تہذیب کی پسپائی اور ہزیمت ہے۔ اور یاد رکھیے علمی اور فکری شکست ہی حقیقی اور دیرپا شکست ہوتی ہے۔ لیکن یہاں اتنا ہی نہیں بلکہ مغربی فکر و تہذیب دنیا کی اس وقت غالب فکر و تہذیب ہے اور کے علمبردار ممالک (امریکہ و یورپ) سیاسی،

معاشی، حربی، سائنس وٹیکنالوجی......غرض ہر لحاظ سے دنیا پر تفوق رکھتے ہیں، وہ دنیا پر غالب اور بالا دست ہیں اور اپنی فکر وتہذیب کو ساری دنیا پر غالب و بالا دست دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ مسلم دنیا کو مغلوب کرنے میں انہیں خصوصی دلچسپی ہے کیونکہ اسلام نظریاتی سطح پر ان کی فکر وتہذیب کا سب سے بڑا حریف ہے لہٰذا وہ نہیں چاہتے کہ کسی مسلم ملک میں صحیح اسلامی معاشرہ اور ریاست قائم ہو۔ اس کے لیے وہ پر امن کوششوں، سازشوں اور جنگ وجدل سب کے لیے تیار ہیں اور ان پر عمل پیرا ہیں۔ اور اس کے لیے نہ صرف اپنے سارے وسائل استعمال کر رہے ہیں بلکہ اکثر مسلم حکمرانوں کو اپنا ایجنٹ اور گماشتہ بنا کر مسلم دنیا کے وسائل بھی خود ان کی تخریب کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

تعلیم کے شعبے میں کوالٹی کے نام پر تربیت اساتذہ، دہشت گردی کے نام پر نصاب میں تبدیلی، جہالت کو دور کرنے کے نام پر تعلیم کے لیے یو ایس ایڈ و دیگر مغربی ڈونر ایجنسیوں کے فنڈز، میڈیا کے ذریعے فحاشی، عریانی، ناچ رنگ اور اسلامی اصول واقدار اور پاکستان کے بنیادی نظریات کو کھوکھلا کرنا، جمہوریت کے نام پر سیاسی عدمِ استحکام پیدا کرنا اور اپنی مرضی کی حکومتیں بنانا، معاشی فارغ البالی کے نام پر مسلمان ممالک کو ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے قرضوں میں جکڑنا اور مہنگائی میں اضافہ کرنا تاکہ مسلمان عوام نان جویں کو ترسیں، فیملی پلاننگ اور برتھ کنٹرول کے ذریعے مسلم آبادی کو بڑھنے سے روکنا، ٹی وی اور دیگر ادبی وثقافتی پروگراموں کے ذریعے مسلمانوں کے خاندانی نظام اور معاشرت کو تباہ کرنا......غرض ہر حیلے بہانے سے مغربیت اور مغربی فکر وتہذیب اور اس کے اصول واقدار اور طرز حیات (سیکولرزم، میٹریلزم، لبرزم......وغیرہ) کو مسلم معاشروں میں پھیلانا اور نافذ کرنا اہل مغرب کے منصوبے کا حصہ ہے جس کا بنیادی ذریعہ تعلیم وتربیت اور میڈیا ہے تاکہ مسلمان مغربی فکر وتہذیب سے مرعوب ہو جائیں، اسی کی پیروی میں اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ کسی مسلم ملک میں اور اس کے نظام تعلیم میں مطالعۂ مغرب اور مطالعۂ مغربی فکر وتہذیب اس کے نصاب کا حصہ نہیں ہے مبادا کسی کو اس کے تنقیدی مطالعے کا موقع مل جائے۔ بس لوگوں کو مغربی تہذیب کی چکاچوند، اس سے مرعوبیت اور اس کی اندھی پیروی کا درس دیا جا رہا ہے۔

۴۔ دین سے دوری اور زوال سے نہ نکل سکنا

مسلمانوں کے نظام تعلیم و تربیت پر اثر انداز ہونے، انہیں مغربی فکر و تہذیب پر فریفتہ کرنے اور انہیں اسلامی علوم معارف سے دور رکھنے کا اصل مقصد اور حقیقی ہدف اہل مغرب کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین سے دور ہو جائیں اور زوال کے گڑھے سے نہ نکل سکیں کیونکہ وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی قوت کا منبع ان کا دین ہے۔ اگر وہ دین سے جڑ گئے، اگر انہوں نے اسلامی تعلیمات پر عمل شروع کر دیا، اگر وہ متحد ہو گئے، اگر مسلم عوام حکمران یکجا ہو گئے، اگر کوئی ایسا معاشرہ یا ریاست قائم ہو گئی جو احکام شریعت پر عمل کرنے میں اخلاص و جرأت سے ڈٹ جائے تو اس تصور ہی سے اہل مغرب کی جان جاتی ہے۔ وہ اس کی بھر قیمت مخالفت کرتے ہیں......اور اس تصور ہی سب سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے نظام تعلیم و تربیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، اسے مغرب زدہ بناتے ہیں تا کہ اسلامی مائنڈ سیٹ رکھنے والے لوگ پیدا ہی نہ ہو جو ان کی الحادی تہذیب کو چیلنج کریں، جو اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں اور جو زوال سے نکل کر ترقی و استحکام کے راستے پر چل پڑیں۔

یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن

اے کاش! میری قوم ان باتوں کو سمجھے۔ اپنے نظام تعلیم و تربیت کو صحیح اسلامی خطوط پر استوار کرے، مغرب کی غلامی سے نکلے اور اس کی الحادی فکر و تہذیب سے اپنی جان چھڑا لے۔ اے کاش!

قابلِ توجّہ

قارئین کرام میں جن خواتین و حضرات کو یہ رسالہ اعزازی موصول ہوتا ہے ان سے گزارش ہے کہ اگر وہ صاحب ثروت ہیں تو ضرور اس رسالے کے تاحیات تعاون کے ذریعے اس کارِ خیر میں حصہ ڈالیں تا کہ یہ سلسلہ جاری رہے۔ (ادارہ)

صبحِ نور

(سیرتِ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

ساجد محمود مسلم

زمیں خوش، آسماں خوش ہے، مکان و لامکاں خوش ہے
حبیبِ کبریا آئے، خدائے دو جہاں خوش ہے
فضا معمور ہے الحمد للہ کے ترانوں سے
کرے گی وِرد اب صلِ علیٰ کا، ہر زباں خوش ہے

اس رات ستارے فرطِ شادمانی سے چہک رہے تھے، جوں جوں رات بیت رہی تھی ستاروں کی بے چینی میں اضافہ ہورہا تھا۔ ان کی خوشی دوچند ہورہی تھی، یہاں تک کہ سرزمین عرب کے مشرق سے صبحِ صادق کی کرنیں شاہانہ انداز میں نمودار ہوئیں، آج ان کرنوں کی چمک میں نرالا بانکپن تھا۔ ان کرنوں کے ساتھ ہی آسمان سے ایسا نور اترا کہ جس نے سارے عالم کو منور کر دیا تھا۔ یہ نور امام المرسلین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ انور کا نور تھا، جو آج عبداللہ بن عبدالمطّلب کے گھر میں جلوہ افروز ہوئی تھی۔ مکہ کی گلیوں میں فرشتے استقبالی ترانے گا رہے تھے اور ساتھ ہی امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ وسلام کے تحفے پیش کر رہے تھے۔ آج وہ صبح طلوع ہوئی تھی جس کا انتظار زمین کا ذرّہ ذرّہ ہزارہا سالوں سے کرتا آرہا تھا۔ یوں تو ہر صبح کے ساتھ اُجالا نمودار ہوتا تھا، مگر آج چشمِ فلک نے جس نور کا مشاہدہ کیا اس کی مثال اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی، اس لیے آج کی صبح فی الحقیقت صبح نور تھی جو تا قیامِ قیامت ضوفشانی کے لیے طلوع ہوئی تھی۔

يَـــا رَبِّ صَــلِّ وَ سَــلِّــمْ دَائِـمًـــا اَبَـدًا
عَــلٰــى حَبِيْبِكَ خَيْــرِ الْـخَـلْـقِ كُـلِّـهِـمِ

تاریخِ ولادت

جمہور مؤرّخین کا اتفاق ہے کہ مذکورہ صبحِ نور عام الفیل ہی کی ایک سنہری صبح تھی۔اس کی تائید صحیح روایات سے ہوتی ہے۔

سیّدنا قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے ، پس ہمارا سنِ ولادت ایک ہی ہے۔(1)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے ۔(2)

خلیفہ بن خیاط، ابن الجزارؒ، ابن الجوزیؒ اور ابن القیمؒ نے عام الفیل کو ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سنِ ولادت ہونے کی سعادت پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔(3)

جمہور مؤرخین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ ربیع الاوّل میں اس دنیا میں جلوہ فگن ہوئے۔اگرچہ ایک شاذ قول ماہ رمضان المبارک کا بھی ہے مگر سیرت نگاروں نے اسے قبول نہیں کیا،اسی لئے بعض سیرت نگاروں نے ربیع الاوّل پر اجماع نقل کیا ہے۔(4)

مؤرخین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ سوموار کو ہوئی۔ اس اجماع و اتفاق کا سبب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے۔سیّدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھے مبعوث کیا گیا یعنی مجھ پر وحی کا آغاز ہوا۔(5)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے روز پیدا ہوئے ۔(6)

مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل کی کس تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے؟ مؤرخین سے 8، 10، اور 12 تاریخ منقول ہے۔اہلِ تاریخ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا دن 8 ربیع الاول ہے۔امام محمد بن جبیر بن مطعمؒ (م100ھ)، امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری (م456ھ)، امام

ابوالخطاب عمر بن حسن ابن دِحیہ الکلبیؒ (م 633ھ) اور معروف ریاضی دان و ماہرِ فلکیات محمد بن موسیٰ الخوارزمیؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (7) عصرِ حاضر کے محقق ومحدث علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی سیرت المصطفیٰ میں یہی قول اختیار کیا ہے۔ (8) بعض اردو سیرت نگاروں کو یہ سخت مغالطہ لاحق ہوا ہے کہ اصحاب ہیئت مثلاً محمد بن موسیٰ الخوارزمی کے مطابق تاریخ ولادت 9 ربیع الاول ہے۔ حالانکہ ان کا اصل قول 8 ربیع الاول کا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ امام ابن عبدالبر المالکیؒ نے صراحت سے لکھا ہے:

قال الخوارزمی و ولد رسول الله ﷺ بعد ذلك بخمسين يومًا، يوم الاثنين لثمان خلت من ربيع الاول، و ذلك يوم عشرين من نيسان۔(9)

''خوارزمی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس (یوم اصحاب فیل) کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے، یعنی سوموار کے روز 8 ربیع الاول کو جو 20 نیسان (اپریل) بنتا ہے۔''

محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے اپنے فلکی مشاہدات اور حساب کتاب کی بنیاد پر ربیع الاول کے ہلال نظر آنے کا تعین کیا اور اس اعتبار سے ان کے نزدیک سوموار 20 نیسان کو 8 ربیع الاول بنتا ہے۔ خوارزمی کے اس قول کے برعکس زیادہ معتبر قول امام ابوجعفر الباقرؒ کا ہے۔

امام ابوجعفر الباقر رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ نصف محرم میں پیش آیا اور اس واقعہ کے پچپن دن بعد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اس طرح یومِ ولادت دس ربیع الاول بنتا ہے۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔(10)

تاہم جمہور مؤرخین نے 12 ربیع الاوّل کو یومِ ولادت قرار دیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں سیّدنا عبداللہ بن عباس اور سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب ایک منقطع روایت میں یہی قول مروی ہے۔ (11) سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی جو کتاب سب سے پہلے عوام میں شائع ہوسکی وہ سیرت ابن ہشام ہے۔ اس کتاب میں 12 ربیع الاوّل کا قول جزم کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، چنانچہ یہی قول عوام میں زیادہ مشہور ہے، مؤرخین کی اکثریت نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ بہر کیف یہ ایک علمی و تحقیقی مسئلہ ہے جس میں اختلافِ رائے کوئی انوکھی بات نہیں، لہٰذا کسی ایک جانب کو یکسر غلط قرار دے کر طعن کرنا درست نہیں۔ ویسے بھی تاریخ ولادت کا تعین ایک تاریخی نوعیت کا مسئلہ ہے

جس کا عقیدہ وعمل سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا احباب سے گزارش ہے کہ اس بارے میں تشدد سے کام مت لیں بلکہ اختلاف رائے کو قبول کرتے ہوئے دوسری رائے کا بھی احترام کریں۔

امام المرسلین ﷺ کے اَبوین کریمین

امام المرسلین ﷺ کے ابوین کریمین کا مختصر تعارف درج ذیل سطور میں پیشِ خدمت ہے:

سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطّلب:

سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطّلب وہ خوش نصیب ہستی ہیں جنہیں نبی آخرالزمان ﷺ کے والد ماجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہی عبداللہ ہیں جن کا نام قربان کرنے کے لیے قرعہ میں نکلا تھا اور ایک کاہنہ کے مشورہ پر ان کے مقابل اونٹوں کا قرعہ ڈالا گیا اور آخر ان کے فدیہ میں سو اونٹ قربان کیے گئے۔ اس اعتبار سے انہیں بھی ذبیح کہا جاتا ہے۔ ایک بار ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو ابن الذبیحین (دو ذبیحوں کا بیٹا) کہہ کے پکارا تو نبی ﷺ نے اسے پسند فرمایا۔ ذبیحین سے مراد ایک ذبیح سیّدنا اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے ذبیح عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔(12)

سیّدنا عبداللہ اپنے زمانے میں حسین ترین عرب جوانوں میں شمار ہوتے تھے۔ شاعر ان کے حسن کی مثالیں دیتے تھے۔ چوں کہ قریش تجارت سے وابستہ تھے اس لیے آپ نے بھی روزی کمانے کے لیے اسی پیشے کو اختیار کیا۔ آپ ایک دیانتدار تاجر تھے۔ تجارت کے لیے کبھی شام اور کبھی یمن جاتے تھے۔

سیّدہ آمنہ بنت وہب:

سیّدہ آمنہ بنت وہب کو نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنوزہرہ سے تھا، آپ کے والد وہب بن عبدمناف بنوزہرہ کے سردار اور شریف النفس انسان تھے۔

سیّدنا عبداللہ کا سیّدہ آمنہ سے نکاح:

عبدالمطلب تجارت کے سلسلے میں ایک بار یمن گئے تو وہاں آپ کی ملاقات ایک یہودی سے ہوئی جو آسمانی کتابوں کا عالم تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ آپ قبیلہ قریش میں سے ہیں

تو اس نے آپ سے درخواست کی کہ اپنی گردن کا چھپا ہوا حصہ اسے دکھائیں۔ آپ کی گردن دیکھنے کے بعد وہ کہنے لگا ’میں آپ کی ذریت میں بادشاہت اور نبوت دونوں دیکھ رہا ہوں اور مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ یہ (نبوت اور بادشاہت) عبدمناف بن قصی اور عبدمناف بن زہرہ کی ذریت کے ملاپ سے وجود میں آئے گی‘۔ یہ سن کر عبدالمطلب واپس مکہ آ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب سے کر دیا جبکہ خود انہوں نے آمنہ بنت وہب کے چچا وہیب کی بیٹی ہالہ سے نکاح کر لیا۔(13)

سیّدنا عبداللہ کی وفات:

سیّدنا عبداللہ تجارت کی غرض سے شام گئے، واپسی پر راستے میں بیمار پڑ گئے۔ جناب عبداللہ کے ننھیالی رشتہ دار بنو نجار یثرب (مدینہ) میں قیام پذیر تھے۔ آپ اپنے ماموؤں بنو نجار کے ہاں ٹھہر گئے۔ طبیعت ناساز ہوتی گئی۔ عبدالمطلب کو اپنے چہیتے بیٹے کی علالت کی اطلاع ملی تو عبداللہ کے ماں جائے زبیر کو ان کی خبر گیری کے لیے بھیجا۔ موت نے سیدنا عبداللہ کو اپنے اہل و عیال میں لوٹنے کی مہلت نہ دی اور وہیں یثرب میں وفات پا گئے۔ آپ کے بھائی زبیر اور ماموؤں نے آپ کو بنی نجار کے ایک ڈیرے دارالنابغہ میں دفن کر دیا۔ (14)

امام حاکمؒ نے قوی سند کے ساتھ سیدنا قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب اس وقت فوت ہوئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شکمِ مادر میں جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ امام ذہبیؒ نے امام حاکمؒ کی توثیق کی ہے۔(15)

مولدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جبل ابوقبیس کے مغربی دامن میں اور کوہ مروہ کے عین مشرق میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک کشادہ مقام تھا، جہاں بنو ہاشم کے مساکن و مکانات ایستادہ تھے۔ یہ نشیبی مقام شعب بنی ہاشم کے نام سے معروف تھا۔ عبدالمطلب کے ایک عرصہ بعد ابوطالب بنو ہاشم کے سردار ہوئے، ان کی نسبت سے اس گھاٹی کو شعب ابی طالب بھی کہا جاتا ہے۔ اسی شعب بنو ہاشم میں وہ دو منزلہ مکان واقع ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ غالباً یہ مکان عبداللہ بن عبدالمطلب کی ملکیت تھا،

تاہم ان کی وفات کے بعد یہ مکان ان کے ماں جائے ابوطالب کی نگرانی میں آ گیا تھا۔ابوطالب کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے یہ مکان سیّدنا عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ان کے بعد ان کی اولاد میں اس کی وراثت چلتی رہی تا آنکہ ان سے یہ مکان حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف نے خرید لیا۔بعد میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیرزان نے اسے خرید کر مسجد بنا دیا۔(16)

سلطنتِ عثمانیہ کے زمانہ میں عرصہ دراز تک یہاں ایک مدرسہ بنا رہا اور آج کل یہاں مکتبہ مکہ مکرمہ کے نام سے ایک اعلیٰ پایہ کی خوبصورت لائبریری قائم ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے مختصر رسالہ 'تاریخ مولد النبی ﷺ' میں اس مقام مقدس کے بارے مفید معلومات جمع کر دی ہیں، جو لائق ملاحظہ ہیں۔

ظہورِ رحمت

نبی اکرم ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں، اس رحمت کا ظہور اس وقت سے شروع ہے جب آپ شکمِ مادر میں جلوہ نما ہوئے۔آپ کی شکمِ مادر میں آمد اپنی والدہ کے لیے مشقت وصعوبت کی بجائے رحمت وسہولت کا باعث تھی۔آپ اپنے خانوادہ کے لیے بھی باعث برکت وسعادت ٹھہرے۔آپ کی آمد سے خزاں رسیدہ عالم میں بہار آ گئی تھی۔

ظہورِ علامات وکرامات

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی تکریم کے لیے ان کی ولادت باسعادت کی شب بہت سے معجزات دنیا میں ظاہر کیے۔جن میں سے بعض آپ کے بدن اطہر سے رونما ہوئے اور بعض افلاک وآفاق میں۔ان میں سے غالباً سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ آپ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ سیّدہ آمنہ کے بطن سے ایک حیرت انگیز نور نکلا، جس نے سارے عالم کو روشن کر دیا اور اس نور میں انہیں شام کے مشہور تاریخی وتجارتی شہر بُصریٰ کے محلات دکھائی دیے۔(17) یہ معجزہ اشارہ تھا اس طرف کہ امام المرسلین ﷺ کی آمد سے دنیا کے تمام اندھیرے کافور ہو جائیں گے، کفر وشرک، ظلم وبربریت، جہالت وجاہلیت کے سب مظاہر مٹ جائیں گے اور نورِ ھدایت سے ظلمتِ ضلالت نابود ہو جائے گی۔یہ معجزہ قریش کے ہاں معروف ومشہور تھا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے چچا سیدنا عباس

بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قصیدہ میں اس طرف واضح اشارہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

و انت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورك الافق

و نحن فی ذلك الضياء و النور و سبل الرشاد نخترق

(جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے افق چمک اٹھے، اور ہم اسی ضیاء اور نور کے سبب ہدایت کے راستے پاتے ہیں۔)(18)

وقتِ ولادت رونما ہونے والے معجزات میں سے ایک قابلِ ذکر معجزہ یہ تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم شکمِ مادر سے باہر آئے تو قدرتی طور پر آپ مختون تھے یعنی آپ کا ختنہ ہو چکا تھا۔ آپ ہر قسم کی آلائش سے پاک تھے یہاں تک کہ وہ نال (PLACENTA) جو شکم مادر میں پلنے والے بچے کی ناف سے جڑی ہوتی ہے، جس کے ذریعے اسے خوراک ملتی ہے اور وقتِ ولادت اسے کاٹنا پڑتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت وہ نال قدرتی طور پر کٹی ہوئی تھی جبکہ ناف پر کوئی زخم بھی نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ فرشتوں نے آپ کا ختنہ کیا اور نال کاٹی۔ اس معجزہ کی شہرت و مقبولیت کے باعث امام حاکمؒ نے اسے متواتر قرار دیا ہے۔ امام حافظ ضیاء الدین المقدسیؒ نے المختارہ میں اس موضوع پر سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(19) اسلاف میں یہ معجزہ اس قدر مشہور و معروف تھا کہ ایک واسطہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام عبیداللہ بن محمد ابن بطہ العکبری الحنبلیؒ نے اسے عقائد اہل سنت کی کتاب 'الابانۃ' میں صراحتاً بطور عقیدہ ذکر کیا ہے۔(20)

امام عبدالرحمٰن ابن الجوزیؒ رواۃ میں جرح پر تشدد کے لیے مشہور ہیں، مگر انہوں نے بھی اپنی دو تصانیف الوفاء بتعریف فضائل المصطفیٰ اور صفۃ الصفوۃ میں اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ جمہور مؤرخین نے بھی اس پر اعتماد کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت دایہ کے فرائض سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ شفا نے سرانجام دیے، تاہم ان کے ہمراہ عبداللہ کی باندی سیّدہ اُمّ ایمن بَرَکہ رضی اللہ عنہا نے بھی معاونت کی بلکہ زچگی کے دوران اور بعد میں ام ایمن رضی اللہ عنہا ہی سیّدہ آمنہ کی خدمت بجالاتی رہیں۔(21)

سیدنا حسان بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ وقتِ ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سات سال کے تھے اور ان کا گھرانہ یثرب میں آباد تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ایک یہودی اونچی جگہ پر چڑھا اور

چیخ چیخ کر یہودیوں کو پکارنے لگا۔اس کی چیخ و پکار سن کر وہاں بہت سے یہودی جمع ہو گئے۔انہوں نے اس واویلے کا مقصد دریافت کیا تو وہ یہودی کہنے لگا: آج رات وہ خاص ستارہ طلوع ہو گیا ہے، جسے (تورات میں) نبی مرسل احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔(22)

سیّدہ آمنہ کی خوشیاں لوٹ آئیں

سیّدہ آمنہ اپنے خاوند عبداللہ کی ناگہانی وفات سے بہت دلگیر تھیں اور اکثر اداس رہتی تھیں، تاہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے ان کے سب غم غلط ہو گئے۔انہیں عبداللہ کی نشانی مل گئی تھی، جس سے ان کا مردہ دل پھر سے جی اٹھا تھا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت جو حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ان سے وہ جان گئی تھیں کہ اللہ نے انہیں کسی غیر معمولی ہستی کی ماں بننے کا شرف عطا فرمایا ہے۔سیدہ آمنہ نے اپنے سسر کو جلد از جلد یہ خوشخبری سنانے کے لیے انہیں بلا بھیجا تھا۔

دادا کی گود میں

عبدالمطلب نے اپنے چہیتے اور مرحوم بیٹے کے ہاں بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سنی تو ان کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، وہ دوڑتے ہوئے عبداللہ کے مکان پر پہنچے اور لپک کر اپنے پوتے کو اپنی گود میں لے لیا۔ان کی بہو آمنہ نے انہیں ولادت کے وقت ہونے والے محیر العقول واقعات بتائے تو ان کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا۔قرائن بتلاتے ہیں کہ عین اسی لمحے عبدالمطلب کو اپنا وہ خواب یاد آ گیا ہوگا، جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ نور کا ایک درخت بڑھتا جاتا ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیلتی جاتی ہیں۔پھر اس خواب کی تعبیر ایک کاہنہ نے یہ بتائی تھی کہ ان کی صلب سے ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔اسی طرح اس یمنی یہودی کی بات بھی ان کے ذہن میں گھوم گئی ہوگی جس نے ان کو بتایا تھا کہ عبد مناف بن زہرہ اور عبد مناف بن قصی کی اولاد کے ملاپ سے اس اُمت کا نبی پیدا ہونے والا ہے۔اب ان کی مراد بر آئی تھی۔ان کا وہ پوتا ان کی گود میں تھا، جو اس امت کا نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔اس کے بعد عبدالمطلب اپنے پوتے کو لے کر بیت اللہ میں تشریف لے گئے اور کعبہ کے اندر جا کر اتنی بڑی نعمت عطا کرنے پر ربّ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔اس موقع پر انہوں نے فرطِ جذبات میں کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے یہ لڑکا عطا کیا جو پاکیزہ اور خوشحالی کا موجب بننے والا ہے۔ یہ اپنے پنگھوڑے میں ہی تمام لڑکوں کا سردار لگتا ہے، پس میں اسے اس ستونوں والے گھر (بیت اللہ) کے ربّ کی پناہ میں دیتا ہوں تاکہ میں اسے اپنی آنکھوں کے سامنے جوان ہوتا ہوا دیکھ سکوں۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے لیے ہر برے شگون سے اور ہر حسد کرنے والے کی نظرِ بد سے۔ ہر اس موذی کے شر سے جس کی آنکھیں نہ ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کی بلند شان کو دیکھوں۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جس کا نام تورات میں احمد لکھا گیا ہے۔'' (23)

عبدالمطلب کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ وہ تجسّس کے ہاتھوں مجبور ہو کر یا ہدایت کی تلاش کی غرض سے آنے والے نبی کی نشانیاں اہل علم سے معلوم کر چکے تھے، اسی لیے اہل علم نے لکھا ہے کہ وہ بت پرست نہیں تھے بلکہ دین حنیف پر کاربند تھے۔ ان کے اشعار اسی حقیقت کی غمازی کرتے ہیں۔

عقیقہ و تسمیہ

عبدالمطلب نے اپنے پوتے کی ولادت کے ساتویں دن ان کا نام رکھا اور ان کا عقیقہ کیا۔ اس موقع پر آپ نے بنو ہاشم کے زعماء کو مدعو کیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: محمد (جس کی خوب تعریف کی جائے)۔

محمد، قریش کے لیے اجنبی سا نام تھا کیونکہ ان کے ہاں یہ نام رکھنے کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو عبدالمطلب نے جواب دیا: میں یہ چاہتا ہوں کہ آسمان پر اللہ اس کی تعریفیں کرے اور زمین پر مخلوق اس کی تعریفیں کرے۔ (24)

ابولہب کا اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کرنا

ابولہب بن عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کا سگا چچا تھا۔ اس کی باندی ثُوَیْبَہ نے ابولہب کو جا کر خوشخبری سنائی کہ ان کے بھائی عبداللہ کی بیوی آمنہ نے خوبصورت لڑکا جنا ہے۔ ابولہب کو اپنے بچھڑے ہوئے بھائی کی بیوہ کے ہاں بچے کی ولادت پر اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے فرطِ انبساط سے اپنی اس باندی ثُوَیْبَہ کو آزاد کر دیا اور ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابولہب کی

وفات کے بعد سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے ابولہب کو خواب میں دیکھا کہ اس کا برا حال ہے۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟ ابولہب کہنے لگا: موت کے بعد میں نے کوئی راحت نہیں دیکھی، سوائے اس کے کہ سوموار کے روز مجھے اس انگلی سے پانی پلایا جاتا ہے جس کے اشارے سے میں نے ثُوَیْبَہ کو آزاد کیا تھا۔(25)

صحیح بخاری شریف کی اس حدیث سے واضح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کفار کی موت کے بعد بھی ان کے لیے رحمت کا موجب ہیں۔ آج یہ ہم مسلمانوں کی بدبختی ہے کہ ہم رحمۃ للعالمین کے امتی ہوتے ہوئے ان کی رحمت سے محروم ہیں کیوں کہ آج ہم ان کی ہدایت وسنت سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور اغیار کی ثقافت پر جان نچھاور کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

ظہورِ سرورِ کون و مکاں ظہورِ حیات انہی کے فکر کی خیرات شعورِ حیات
انہی کی راہ سے ملتی ہے منزلِ عرفاں انہی کی چاہ سے وابستہ ہے سُرورِ حیات

حواشی

(1) مسند امام احمد: ح ۱۸۰۵۰ (2) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدیٰ والرشاد، جلد ا، صفحہ ۳۳۵
(3) مستدرک الحاکم، ح ۴۲۳۲ (4) ایضاً صفحہ ۳۳۴
(5) مسند امام احمد: ح ۲۲۹۰۸، صحیح المسلم: ح ۱۶۲، ۱۹۷ (6) مسند امام احمد: ح ۲۵۰۶
(7) ابولفداء اسماعیل بن کثیر الشافعی، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۷۴۔۳۷۵
(8) محمد ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ، ج ا، ص ۶۹ (9) ابن عبد البر المالکیؒ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ا، ص ۳۱
(10) ابولفداء اسماعیل بن کثیر الشافعی، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۷۵ (11) ایضاً
(12) مستدرک الحاکم (13) عبد الرحمٰن السہیلیؒ، الروض الانف، ج ا، ص ۳۰۴ (14) السیرۃ الحلبیہ، ج ا، ص ۴۷
(15) مستدرک الحاکم (16) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ا، ص ۴۰۸
(17) مسند امام احمد، ح ۱۷۷۹۸ (18) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ا، ص ۴۱۳
(19) ایضاً، ص ۴۲۰ (20) عبید اللہ بن محمد ابن بطہ الحنبلیؒ، الابانہ، ص ۱۵۸
(21) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ا، ص ۴۱۳
(22) عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ مع الروض الانف، ج ا، ص ۳۰۹
(23) عبد الرحمٰن السہیلیؒ، الروض الانف مع السیرۃ لابن ہشام، ج ا، ص ۳۱۲
(24) احمد بن حسین البیہقی، دلائل النبوۃ، ج ا، ص ۱۱۳ (25) صحیح البخاری: ح ۵۱۰۱، فتح الباری لابن حجر العسقلانی، ج ۹، ص ۱۸۰

تیل، روہنگیا مسلمان اور گریٹ گیم

سیّد عاصم محمود

بشکریہ، سنڈے ایکسپریس، یکم اکتوبر 2017ء

پچھلے ایک برس کے دوران چار لاکھ سے زائد روہنگیا مسلمان میانمار (برما) کی ریاست راخین سے ہجرت کر کے بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں آباد ہو چکے ہیں۔ اس ہجرت کے دوران روہنگیا مسلمانوں کو قتل و غارت، خواتین کی عصمت دری، بھوک، گھروں کی تباہی اور مال و اسباب سے محرومی جیسے چرکے بھی برداشت کرنے پڑے۔ ان کی تباہی و بربادی کے ہولناک مناظر دیکھ کر دنیا میں شور مچ گیا۔ مگر افسوس، ان کا استحصال روکنے کے لئے اقوامِ عالم نے ایک بھی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔ زبردست احتجاج سے البتہ یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ برمی سیکورٹی فورسز اور انتہا پسند بدھی تنظیموں نے روہنگیا مسلمانوں کے خلاف جاری آپریشن روک دیا۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ ریاست راخین میں بدھ مت کے ماننے والوں کی اکثریت مذہبی اور معاشی وجوہ کی بنا پر اقلیتی روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام کر رہی ہے۔ مگر حالیہ تصادم دراصل دورِ جدید میں جنم لینے والی نئی گریٹ گیم کا بھی حصہ ہے۔ اس گریٹ گیم میں ایک سمت امریکا، بھارت اور ان کے ایشیائی اتحادی (خصوصاً جاپان اور جنوبی کوریا) استادہ ہیں، تو دوسری طرف چین، روس اور ان کے اتحادی کھڑے ہیں۔ اس گریٹ گیم کا مقصد یہ ہے کہ ایشیا و افریقہ میں اپنی طاقت اور اثر رسوخ بڑھایا جائے۔

دنیا کی اکلوتی سپر پاور، امریکا کی مفاد پرستی، خود غرضی اور غرور دو بڑی طاقتوں، چین اور روس کو قریب لا چکا ہے۔ یہ دونوں طاقتیں اب مل کر امریکی بالادستی کا مقابلہ کرنا چاہتی ہیں۔

اس مقصد کے لیے ان کی خواہش ہے کہ اپنے اپنے عظیم منصوبوں یعنی ''ون بیلٹ ون روڈ'' (چینی) اور ''یورشیا اکنامک کونسل'' (روسی) کا ادغام کر دیا جائے۔ ان کے ادغام سے ''یورشیا'' (ایشیا اور روس) معاشی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے دنیا کا سب سے طاقتور خطہ بن جائے گا۔ تاریخ سے عیاں ہے کہ امریکی حکمران طبقہ کسی حریف کو اپنے مقابل کھڑا ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ ظاہر ہے، یوں دنیا پر اس کی حکمرانی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس لیے امریکی اسٹیبلشمنٹ سر توڑ کوششیں کر رہی ہے کہ چین اور روس کے منصوبوں کو کامیاب نہ ہونے دے اور ان کی راہ میں ہر ممکن رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں۔ اس مقصد کے لئے امریکا نے ایشیا میں بھارت سے بھی مدد مانگ لی ہے۔
میانمار کی ریاست راخین میں ابتری و فساد اسی حکمت عملی یا گریٹ گیم کی ایک کڑی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اوائل اکیسویں صدی میں انکشاف ہوا کہ ریاست راخین کے سمندری علاقوں میں تیل و گیس کے بھاری ذخائر موجود ہیں۔ چنانچہ میانمار کا پڑوسی چین ان میں دلچسپی لینے لگا۔ 2006ء سے چین نے راخین کے ساحلی شہر، کیاؤ کپایو میں پائپ لائن تعمیر کرنے کا اعلان کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ مشرق وسطیٰ سے آنے والے تیل کو بذریعہ پائپ لائن چین تک پہنچایا جا سکے۔

اس وقت تک بھارت بھی علاقائی سپر پاور بننے کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ چنانچہ بھارتی حکومت نے بھی جلد ہی میانمار میں اثر رسوخ بڑھانے کے لیے اعلان کر دیا کہ وہ ریاست راخین کے صدر مقام، سیتوی میں بندرگاہ تعمیر کرے گا جو مسلم کتب تاریخ میں اخیاب کہلاتا ہے۔ اس طرح بھارت حکومت ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی۔ اوّل برما میں اس کے اثر ورسوخ میں اضافہ ہو جاتا۔ دوم شمال مشرقی بھارتیوں کو ایک نیا راستہ مل جاتا۔ اس منصوبے کو KALADAN MULTI-MODAL TRANSIT TRANSPORT PROJECT کا نام دیا گیا۔

شمال مشرقی بھارت میں واقع سات ریاستوں کا دیگر بھارتی ریاستوں سے صرف سیلگوری راہداری کے راستے رابطہ استوار ہے۔ چونکہ ٹریفک بہت زیادہ ہے لہٰذا یہ راستہ اکثر بند رہتا ہے۔ یوں ٹرانسپورٹ کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ بھارتی حکومت کی سر توڑ کوشش رہی ہے کہ بنگلہ دیش خلیج بنگال کے راستے سات ریاستوں کو متبادل راستہ دے ڈالے مگر بنگلہ دیشی حکمران بھارت کو اتنا قریب نہیں کرنا چاہتے۔ یہی وجہ ہے، بھارتی حکومت نے میانمار کے راستے

دوسری راہ نکالنے کا فیصلہ کرلیا۔

چین کی 770 کلومیٹر طویل پائپ لائن تعمیر ہوچکی۔ اس کے ذریعے دو لاکھ ساٹھ ہزار بیرل خام تیل روزانہ چین بھجوایا جاسکتا ہے۔ چین اس پائپ لائن کے ذریعے روزانہ چار لاکھ بیرل تیل حاصل کرنے کا خواہش مند ہے۔ 2017ء کے اوائل میں بھارت نے بھی سیتوی بندرگاہ کی تعمیر کا کام مکمل کرلیا۔ ماہ اپریل میں یہ بندرگاہ میانمار حکومت کے حوالے کردی گئی۔ بھارت سیتوی سے شمال مشرقی بھارتی ریاستوں تک ایک گیس پائپ لائن بھی تعمیر کرنا چاہتا ہے۔

میانمار حکومت کی ریاستی دہشت گردی:

راخین کے ساحلوں پر تیل وگیس کی دریافت کے بعد میانمار حکومت ریاست کے مختلف علاقوں میں زمینوں پر قبضہ کرنے لگی۔ حکومت ان علاقوں میں ترقیاتی منصوبے شروع کرنا چاہتی تھی۔ زمینوں پر غاصبانہ قبضے میں تیزی 2011ء کے بعد آئی۔

2011ء تک فوجی جنتا کو احساس ہوچکا تھا کہ یورپی ممالک اور امریکا کی معاشی پابندیوں نے قومی معیشت پر تباہ کن اثرات مرتب کیے ہیں۔ چنانچہ فوجی جنتا دنیائے مغرب سے دوستی کی پینگیں بڑھانے لگی۔ اپوزیشن لیڈر آنگ سوئی کو الیکشن لڑنے اور پھر اسے جیتنے کی بھی اجازت دے دی گئی۔

ان اقدامات کا دنیائے مغرب نے مثبت جواب دیا۔ معاشی پابندیاں اُٹھالی گئیں اور یورپی و امریکی سرمایہ کار میانمار میں سرمایہ کاری کرنے لگے۔ چنانچہ ملک میں معاشی سرگرمیاں بڑھ گئیں اور نت نئے ترقیاتی منصوبوں کی فائلیں کھل گئیں۔ مثال کے طور پر قدرتی وسائل (تیل، گیس، معدنیات وغیرہ) کے منصوبے، فروغِ سیاحت کے پروگرام، وسیع وعریض زرعی فارم، سڑکوں وشاہراہوں کی تعمیر اور ان تمام منصوبوں کے لئے زمینوں کی ضرورت تھی۔

ریاست راخین کے بیشتر ساحلی علاقوں میں روہنگیا مسلمان آباد تھے۔ فوجی جنتا اور میانمار کا حکمران سیاسی طبقہ ان مسلمانوں کو بنگال سے آئے ہوئے غیر قانونی مہاجر قرار دیتا ہے جبکہ راخین کے بدھ باشندے انہیں معاشی طور پر اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ روہنگیا مسلمانوں میں شرح پیدائش بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا ایک دن وہ راخین میں اکثریت حاصل

کرلیں گے۔ یوں وہ تمام ملازمتوں پر قبضہ کرلیں گے۔

جب تک ملک میں فوجی جنتا سیاہ وسفید کی مالک تھی، وہ پورے میانمار میں بزورنجی املاک پر قبضہ کرتی رہی لیکن جب ظاہری طور پر ہی سہی مملکت میں جمہوریت آگئی تو اب فوجی جنتا کھلے عام شہریوں کے حقوق پر ڈاکا نہیں ڈال سکتی تھی۔ اسی لیے فوجی جنتا نے فیصلہ کیا کہ روہنگیا مسلمانوں اور راخین میں آباد بدھوں کو آپس میں لڑا دیا جائے تاکہ اسے ساحلی علاقوں کی زمینوں پر قبضہ کا موقع مل سکے۔ چنانچہ ایک منصوبے کے تحت میانمار فوج نے مئی 2012ء میں پورے راخین میں یہ افواہ پھیلا دی کہ رامری نامی گاؤں میں تین روہنگیا نے ایک بدھ عورت کی عصمت دری کرکے اسے مار ڈالا ہے۔ اس افواہ کے بعد پوری ریاست میں بدھ انتہا پسند روہنگیا پر حملے کرنے لگے۔ انھوں نے روہنگیا کے سینکڑوں گاؤں جلا ڈالے۔ کئی روہنگیا قتل ہوگئے۔ ہزاروں اپنی جانیں بچانے کی خاطر بنگلہ دیش ہجرت کرگئے۔

اکتوبر 2012ء میں امریکی صدر باراک اوباما نے میانمار کا دورہ کیا۔ یوں امریکی استعمار کے قدم وہاں بھی آپہنچے۔ امریکی اب میانمار میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کے لیے خفیہ و عیاں سازشیں کرنے لگے۔ ان کی سرتوڑ کوشش تھی کہ مملکت سے چین کا اثر ورسوخ کم کردیا جائے۔ امریکیوں نے فوجی جنتا کو لارے دیے کہ اگر وہ چین پر انحصار کم کردے تو امریکہ مملکت میں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے پر تیار ہے۔

چین میانمار کا ایک بڑا حمایتی ہے مگر دونوں کی حکومتوں کے مابین اختلافات بھی موجود ہیں۔ وجہ یہ کہ قوم پرست میانماری بدھ مملکت میں آباد چینی نژاد باشندوں کو وقتاً فوقتاً ظلم وستم کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ ایسے واقعات کے بعد دونوں ممالک کے تعلقات کشیدہ ہوجاتے ہیں۔

2012ء کے بعد میانمار کے حکمران طبقے کو امریکی و یورپی حمایت میسر آئی تو وہ غرور میں مبتلا ہوگیا۔ چنانچہ وہ مختلف معاملات میں چین کی راہ میں روڑے اٹکانے لگا۔ مثال کے طور پر تیل پائپ لائن سے تیل کی ترسیل کا معاہدہ ملتوی کردیا۔ (لے دے کے بعد یہ معاہدہ حال ہی میں طے پایا) حتیٰ کہ بعض منصوبے چینیوں سے لے کر امریکا، یورپ یا بھارت کو دے دیے گئے۔ تاہم چینی حکومت نے ایسا کوئی ناروا قدم نہیں اٹھایا جس سے میانمار حکومت ناراض ہوجاتی۔

چینی حکمران تدبر سے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔

اُدھر ریاست راخین میں روہنگیا مسلمانوں کے خلاف فساد جاری رہا جس نے رفتہ رفتہ ''نسل کشی'' کی صورت اختیار کر لی۔ پانچ سال قبل راخین کے صدر مقام سیتوی میں پچاس ہزار روہنگیا مسلمان آباد تھے۔ آج ان کی تعداد صرف ایک ہزار رہ گئی ہے۔ فوج پولیس اور قوم پرست بدھ باشندوں نے مل کر روہنگیا مسلمانوں پر ایسا خوفناک حملہ کیا کہ ریاست کے نچلے اور وسطی علاقوں سے وہ تقریباً غائب ہو چکے ہیں۔ ان کی بیشتر تعداد اب بنگلہ دیش سے لگنے والے علاقوں میں مقیم ہے۔

یہ نسل کشی اسی لیے کی گئی تا کہ راخین کے ساحلی اور وسطی علاقے حکومت کے قبضے میں آجائیں۔ ان علاقوں پر کسی زمانے میں لاکھوں روہنگیا مسلمان آباد تھے۔ مگر اب وہاں بدھ باشندے آباد ہو چکے یا مختلف ترقیاتی منصوبے وجود میں آرہے ہیں۔ ایسے اکثر منصوبوں کے لیے امریکی یا یورپی سرمایہ کار یہ دولت فراہم کر رہے ہیں۔ مگر مغربی میڈیا یہ حقیقت پوشیدہ رکھتا ہے۔

مغربی میڈیا تو مسلسل یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ چین میانمار حکومت کا سرپرست بنا بیٹھا ہے اور یہ کہ میانمار فوج چین کے ترقیاتی منصوبے شروع کرانے کی خاطر ریاست راخین سے روہنگیا مسلمانوں کو بے دخل کر رہی ہے تا کہ ان کی زمینوں پر قبضہ کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی اب چینیوں کو راخین ریاست میں کم از کم شدید مشکلات کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں تا کہ چین تیل و گیس آسانی سے حاصل نہ کر سکے۔ یوں دور رس لحاظ سے ون روڈ ون بیلٹ منصوبے کو بھی زک پہنچے گی۔ مزید برآں تیل و گیس سے امریکی حکمران طبقے کی رغبت ''مثالی و تاریخی'' ہے۔

کم ہی لوگوں کو علم ہے کہ میانمار میں امریکی منصوبے شروع کرنے کے سلسلے میں بنائی گئی ٹاسک فورس کا سربراہ مشہور یہودی سرمایہ کار جارج سورس ہے۔ یہ شخص خفیہ سازشیں کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ یہ بعید نہیں کہ اس نے میانمار فوج سے ساز باز کر کے راخین میں خانہ جنگی شروع کرائی تا کہ چینی وہاں موجود قدرتی وسائل سے استفادہ نہ کر سکیں۔ یاد رہے کہ چینی جہاں بھی جائیں، محاذ آرائی سے گریز کرتے ہیں ویسے بھی وہ روہنگیا مسلمانوں پر حملے کرا کر عالم اسلام کی مخالفت مول نہیں لے سکتے۔

یہ سچائی بھی کم ہی عیاں ہوئی کہ اب اسرائیل میانمار فوج کو (باقی صفحہ 64 پر)

قوموں کی حیات میں ان کے فکر کا عمل دخل

محمد نصر اللہ ندوی

(بشکریہ ماہنامہ بیداری، حیدرآباد، نومبر 2017ء)

انسانی زندگی میں افکار وخیالات کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر انسان کے خیالات بلند اوراس کی پرواز اونچی ہوتو وہ سدا کامیاب اور ہمیشہ خوشحال رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی اس کی سوچ کے اِردگرد گھومتی ہے، جس طرح پانی کا رنگ برتن کے رنگ کی طرح دکھائی دیتا ہے، یعنی اگر ظرف دلکش اور دلآویز ہوتو مظروف بھی جاذب نظر ہوتا ہے، اس کے برعکس ظرف اگر گندا ہوتو پانی کتنا ہی صاف اور دلکش ہو، گدلا نظر آتا ہے۔ ایک مفکر کا قول ہے کہ مجھے کسی کے بارے میں صرف یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے ذہن میں کیا گھوم رہا ہے، میں بتادوں گا کہ وہ شخص کیسا ہے، اس لیے کہ انسان اپنی سوچ سے جدانہیں ہوسکتا ہے۔ انسان کے اخلاق وکردار، اس کی سوچ کے عکاس اوراس کی فکر کے ترجمان ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنی فکر کے دائرہ میں کرتا ہے، اس کا ہر عمل اس کی سوچ کا آئینہ داراوراس کے احساسات کا غماض ہوتا ہے۔

آج سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے خیالات کا قبلہ درست نہیں ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل ہوجائے تو بقیہ سارے مسائل ازخود حل ہوجائیں گے۔ رومن شہنشاہ 'مارکیوس' کا مقولہ ہے: ہماری زندگی ہمارے خیالات کی پیداوار ہے، اگر ہمارے خیالات صالح اور پاکیزہ ہوں تو ہماری زندگی خوشحال ہوگی اور اگر ہمارے خیالات اس کے برعکس ہوں تو ہم مصائب ومشکلات میں گھرے رہیں گے۔ ہمہ وقت پریشان کن خیالات کا ہجوم انسان کو بزدل اور سراسیمہ بنادیتا ہے۔

اگر کسی کو ہر وقت مرض کا اندیشہ ہو تو یقیناً وہ بیماری کے آغوش میں چلا جاتا ہے۔

جب گھمسان کا رن ہو اور میدانِ کارزار گرم ہو، تو اچھے اچھوں کے پاؤں اُکھڑ جاتے ہیں، تاہم ایسے نازک موقع پر وہی فوج شجاعت کے جوہر دکھاتی ہے جس کا ایمان غیر متزلزل اور جس کا عقیدہ راسخ ہو، خواہ اس کے پاس مادی مسائل کی قلّت اور آلاتِ ضرب وحرب کی کمی ہو۔

وہ دنیاوی ساز و سامان سے محروم ہونے کے باوجود بھی حیرت انگیز کارنامے انجام دیتی ہے۔ بدر و حنین کے واقعات اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغام کو دوام اس لیے حاصل ہوا کہ انھوں نے انسانوں کے ذہن و دماغ کو اپنی کوششوں کا محور اور اپنی سرگرمیوں کا موضوع بنایا۔ ان کی تعلیمات صرف نظریاتی اور تصوراتی نہیں تھیں، بلکہ زندگی کے گہرے مشاہدات اور حقیقی تجربات پر مبنی تھیں۔ ان کے اصول نہایت پختہ اور ان کے خیالات بہت پاکیزہ تھے، جن سے دلوں میں پاکیزگی اور تصورات میں گہرائی پیدا ہوتی تھی، یہ خیالات انسانوں کو خود اعتمادی سے لبریز کرنے والے تھے۔ ان کی ہدایات اتنی روشن اور بصیرت افروز ہوتی تھیں کہ انسانوں کے دل و دماغ کی بند کھڑکیاں ایک ہی جنبش میں کھل جاتی تھیں۔

اسلام میں دل و دماغ کی اصلاح پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر زندگی میں کامیابی کے امکانات معدوم ہیں۔ اگر نفس کی اصلاح نہیں کی گئی تو انسان کائنات کی وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے اور اس کا حال و مستقبل فتنوں سے گھر جاتا ہے۔ زندگی کی نعمتوں کا لطف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان کا باطن پاک و صاف ہو۔ زندگی کا حسن، اخلاق و کردار کے حسن پر موقوف ہے۔ اگر زندگی معصیت کے دلدل میں پھنسی ہو تو آسمانی برکتوں کا نزول اس پر نہیں ہوتا۔ اللہ کی نوازشیں اور اس کی کرم فرمائیاں انھیں لوگوں پر ہوتی ہیں جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:96)

(اگر بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے)۔

الغرض انسان کی خوشحالی اور پریشانی کا دار و مدار اس کی سوچ پر ہے۔ یہ اصول جتنا ایک فرد پر صادق آتا ہے، اتنا ہی جماعت اور افراد پر بھی آتا ہے۔ کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدل سکتے جب تک اس کے دل و دماغ میں تبدیلی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: 11)

کسی شاعر نے کہا ہے: ؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

شیخ ابوالعُلا علامہ فضل حق خیرآبادیؒ

وسیم اعجاز کراچی

(ماہنامہ رحیمیہ لاہور، جون 2017ء)

برعظیم پاک وہند میں جو قصبے مردم خیزی میں مشہور ہیں، ان میں ایک ضلع سیتاپور (موجودہ صوبہ اُترپردیش) کا قصبہ خیرآباد بھی ہے۔ اسی خیرآباد میں حضرت امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ایک ہم عصر دہلی کے صدرالصدور مولانا فضل امامؒ بھی تھے۔ مولانا فضل امامؒ کے نورِچشم اورلختِ جگر علامہ فضل حق خیرآبادیؒ ہیں۔ سلسلۂ نسب کے لحاظ سے فاروقی ہیں۔

علامہ فضل حق خیرآبادیؒ کی پیدائش 1212ھ/ 1797ء میں خیرآباد میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ 1803ء میں والد کے ساتھ دہلی تشریف لے آئے۔ علم حدیث کی تعلیم امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے حاصل کی۔ اس دوران مفتی صدرالدین آزردہؒ بھی ان کے ہم جماعت تھے۔

1816ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں بہ طور کچہری چیف ملازمت اختیار کی۔ جلد ہی ان کو احساس ہوا کہ اس ملازمت میں رُسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ اس بات کا تذکرہ انہوں نے 1818ء میں اپنے والد کے نام لکھے ایک خط میں بھی کیا۔ 1829ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ازاں بعد جھجھر، الور، سہارن پوراور ٹونک میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 6 سال تک (1840-1846ء) ریاست رامپور میں نواب محمد سعید خاں کے ہاں تالیف وتراجم کا کام کیا۔

1855ء میں ’اجودھیا‘ میں بابری مسجد کے تنازعے کے تصفیے کے لیے ’اودھ‘ کے حاکم

واجد علی شاہ نے چار رُکنی 'مجلسِ مصالحت' ترتیب دی تھی جس میں علامہ صاحب بھی شامل تھے۔ انگریزوں نے بابری مسجد کے تنازعے کو خوب ہوا دی۔ پس پردہ انگریزوں کا سازشی ذہن کام کر رہا تھا۔ حالات بہت خراب ہوگئے۔ تاریخ میں ان واقعات کو 'ہنومان گڑھی' کے فسادات سے یاد کیا جاتا ہے، جس میں 269 لوگ شہید ہوئے۔ مولانا فضل حقؒ کی ذہین اور معاملہ فہم طبیعت نے ان تمام واقعات کا یہ اثر لیا کہ وہ انگریزوں کی ڈپلومیسی سے متنفر ہوگئے اور حقیقی آزادی کی تمنا کرنے لگے۔

جب 1857ء کی جنگِ آزادی کا آغاز ہوا، اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادیؒ 'الور' میں مقیم تھے۔ وہ فوراً دہلی تشریف لے آئے اور انقلابی سرگرمیوں میں عملی کردار ادا کرنے لگے۔ جنرل بخت خان اور علمائے کرام کے مشورے سے علامہ صاحبؒ نے جامع مسجد دہلی میں نمازِ جمعہ کے بعد علمائے کرام کے سامنے تقریر کی اور جہاد کا فتویٰ دیا، جس پر اس وقت کے 34 علمائے کرام نے دستخط کیے۔ اس فتویٰ جہاد کے بعد تحریک نے بہت ترقی کی۔ مجاہدین کی اعانت، اہلکاروں کا تقرر، مال گزاری کی تحصیل کا انتظام اور دیگر ریاستوں کو جنگِ آزادی کی دعوت کے لیے دہلی کے لال قلعے کے دارالانشاء (سیکرٹریٹ) سے علامہ صاحبؒ کے حکم سے بہت سے پروانے جاری ہوئے۔

اگرچہ دہلی پر انقلابیوں نے 11 مئی 1857ء کو قبضہ کرکے بہادر شاہ ظفر کو تخت پر بٹھا دیا تھا، لیکن بعد کی کارروائیوں میں کوئی خاص نظم و ضبط نہ تھا۔ علامہ فضل حقؒ نے بہادر شاہ کی بادشاہت کو دستوری اور آئینی حکومت میں تبدیل کرنے کے لیے ایک ''دستور العمل'' بنایا۔ اس دستور العمل کے نفاذ کے لیے 10 رکنی مجلسِ منتظمہ تشکیل دی گئی، جس کے ڈائریکٹر کی ذمہ داری علامہ صاحب کے پاس تھی۔

جنگ آزادی کے دوران مشاورت اور حالات پر قابو پانے کے لئے بہادر شاہ ظفر نے جنرل بخت خان، مولوی سرفراز علیؒ اور مولانا فضل حق خیر آبادیؒ پر مشتمل سہ رکنی کنگ کونسل (GREAT REVOLUTION OF 1857) بنائی تھی۔ کئی بار معرکوں کے دوران مولانا نے شاہی فوج کی کمان بھی کی۔

بہادر شاہ ظفر کے وزیر اعظم حکیم احسن اللہ خاں نے اپنے روزنامچے میں لکھا ہے:

''مولوی (فضل حق) صاحب جب بھی بادشاہ سے ملتے، وہ بادشاہ کو مشورہ دیتے

کہ جنگ کے سلسلے میں رعایا کی ہمت افزائی کریں اوران کے ساتھ باہر (محاذ پر) نکلیں اور دستوں کوجس حدتک ممکن ہوبہتر معاوضہ دیں۔''

علامہ صاحب کی یہ سیاسی بصیرت یقیناً ان کی اس تربیت کا خاصا تھی، جس کی آبیاری حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے فرمائی تھی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتابوں سے بھی ان کو بہت شغف تھا۔ علامہ صاحبؒ کے ایک شاگرد شیخ محسن یمانی تحریر فرماتے ہیں:

''جب کہ ہم ''الور'' شہر میں تھے۔ ان کے ہاتھ میں کتاب ''ازالۃ الخفاء'' کا نسخہ تھا۔ وہ بہت زیادتوجہ کے ساتھ اس کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور بار بار اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ جب اس کتاب کے درس سے فارغ ہوئے اور اس کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرلیا، وہ بہت سی نئی باتوں سے واقف ہوئے۔''

صد افسوس کہ ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' کے مصداق تحریکاتِ آزادی کو غداروں نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ انگریزوں کے مخبر مولوی تراب علی نے یکم ستمبر 1857ء کو ''دہلی کی خفیہ خبروں'' کے عنوان سے جو خط انگریزوں کو بھیجا، اس میں دیگر انقلابیوں کے علاوہ مولانا فضل حقؒ کا نام بھی درج تھا۔ علامہ صاحب اپنے اہل وعیال کے ساتھ گھر میں بند رہے۔ بہت کٹھن وقت گزارا۔ ملکہ برطانیہ کی عام معافی کے اعلان کے باوجود 30/جنوری 1859ء کو گرفتار کیا گیا اور لکھنؤ میں ان کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ جنگ آزادی میں عملی شرکت ثابت ہوگئی تو ان کو حراست میں لے کر سزا کے طور پر جزیرہ انڈیمان بھیج دیا گیا۔ جہاں ان کو دیگر ساتھیوں سمیت شدید اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

12/صفر المظفر 1278ھ/ 20/اگست 1861ء کو تقریباً 4 سال قید وبند کی مشکلات برداشت کر کے جزیرہ انڈیمان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی عزیم ہمت کے ساتھ اکابرین کا اسوہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

روہنگیا کے مظلوم مسلمان
برما کی ظالم حکومت اور عالم اسلام کی بے حسی

(قسط دوم)

ابو فیصل محمد منظور انور

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر

سوشل میڈیا پر بہت ساری وڈیوز موجود ہیں جن میں دکھایا جارہا ہے کہ میانمار میں بدھ مت مذہب کے پیروکار مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھا رہے ہیں قیامت برپا ہے انسانیت سسک کر دم توڑتی نظر آرہی ہے مذہب، ملت اور انسانیت کے لفظ سے عاری یہ ظالم درندے بھیڑیے بن کر معصوم بچوں کا گوشت کاٹ کر کھا رہے ہیں۔ خواتین کی عفت و عصمت کو تار تار کر رہے ہیں۔ سفا کی و درندگی کی انتہا ہو چکی ہے مگر عالمی امن کی ٹھیکیدار بڑی طاقتیں، نام نہاد اقوامِ متحدہ خاموش، انسانی حقوق کی علمبردار عالمی تنظیمیں بھی خاموش تماشائی، یورپین ممالک بھی خاموش، OIC کے مسلم ممالک بزدلی، کم ہمتی کی چادر سے منہ ڈھانپے ہوئے ہیں۔ آخر خونِ مسلم ارزاں کیوں ہے؟

اسلام دشمنو! سر کے بغیر لاشیں؟ لٹتی عزتیں؟ بے سروسامانی؟ کٹے ہوئے جسم؟ ادھڑی ہوئی جلد؟ کیا آپ کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتے ہیں؟ تم لاکھ لبرل صحیح۔ مسلمانوں سے تمہارا عناد صحیح۔ مگر کیا آپ کی طرف سے انسانیت کا الاپا گیا راگ اس ظلم و بربریّت کی اجازت دیتا ہے۔ جو برما میں مفلوک الحال، لاچار، بے سروسامانی کے عالم میں دربدر ہونے والے روہنگیا کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جارہا ہے۔

Researchers from The International State Crime Initiative (ISCI) at the Queen Mary University of London released a statement following violent clashes with security and military forces in October, concluding that "The Rohingya face the final stages of genocide." (Time, Burma’s Million-Strong Rohingya Population Faces 'Final Stages of Genocide') ۔

The Rohingya are a stateless Muslim minority group in Myanmar. The estimated 1 million Rohingya living in Myanmar have been subjected to systematic persecution and grave human rights abuses by authorities for decades. Escalating violence in September 2017 has now forced an additional 600,000 to flee to Bangladesh
Despite the election of a nominally-civilian government in November 2015, the new Myanmar Government has not shifted its policies of persecution of the Rohingya. Over 100,000 live in internally displaced persons camps with no freedom of movement or access to food, water, sanitation, healthcare and education. A report released by the International State Crime Initiative at the Queen Mary University of London has concluded that the Rohingya "face the final stages of genocide"Since 2012, Partners has been providing emergency relief to those in camps in Rakhine State as well as those fleeing violence to Bangladesh, including rice distribution, basic medical support, tarps for shelter as well as animals, seeds and fertilizer to help establish more sustainable food supply. PLEASE HELP provide life-saving relief to these vulnerable children and families and advocate for their freed............

یہ رپورٹ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ روہنگیا میں دس لاکھ کے لگ بھگ مسلم آبادی ہے جن میں سے چھ لاکھ کو زبردستی بنگلہ دیش کی طرف دھکیل دیا گیا ہے جنھیں اس وقت لباس شیلٹر ادویات اور خوراک کی قلّت کا سامنا ہے ان مسائل سے دوچار یہ بے کس و مجبور مسلمان

روزانہ بیسیوں کی تعداد میں مر رہے ہیں۔ کیا وہ وقت آ نہیں گیا ہے؟ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! وہن کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے'' (سنن ابی داؤد)

ظلم دیکھ کر چپ رہنا بھی ظلم ہے۔ تمام مسلمانوں کو برما کے مظلوم مسلمانوں کے لیے آواز بلند کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ ہے

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے، جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے ہاں سے کوئی حمایتی بھیج دے اور ہمارے لیے اپنے ہاں سے کوئی مددگار بنا دے۔'' (سورۃ النساء:75)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (سورۃ المائدہ۔35)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے رستے میں جہاد کرو تاکہ رستگاری پاؤ۔''

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ صف۔ 11)

''وہ یہ کہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔''

برما کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کے تناظر میں ایک دردناک اور جھنجھوڑ دینے والی تحریر سامنے ہے برما کی مظلوم مسلمان بیٹی کہتی ہے۔۔بستی میں خوف وہراس پھیل چکا تھا،خوف کے سبب کلیجے منہ کو آ گئے۔ چاروں طرف سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ مائیں اپنے بیٹوں کو دیکھ رہی تھی جو کچھ ہی دیر بعد بے رحمی سے ذبح کر دیے جائیں گے۔خوف زدہ نگاہوں نے بیٹیوں کے وجود کا طواف کیا ہزار ضبط کے باجود ماں کی چیخیں نکل گئیں۔۔کچھ ہی دیر میں سفاک درندے بستی میں پہنچ چکے تھے۔۔مکروہ چہروں سے چھلکتی سفا کی بے بس نوجوانوں کو ذبح کرنے کے بعد مسلم دوشیزاں کے جسم کو اپنی درندگی کا شکار بنانے کو تیار تھی۔۔نومولود بچوں کو جلتی ہوئی آگ میں پھینکا جا رہا تھا۔تم کیوں میری جان لینا چاہتے ہو؟ بے بس مسلمان بہن جس نے ابھی ابھی اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے باپ اور بھائی کو ان درندوں کے ہاتھوں ذبح ہوتے دیکھا تھا برما کی مظلوم مسلمان بیٹی،ان ظالموں سے پوچھ رہی تھی۔ جواب آیا۔تم محمد (ﷺ) کا کلمہ پڑھتی ہو۔تم مسلمان ہو۔تم یہ کلمہ پڑھنا چھوڑ دو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ دین تو مجھے جان سے بھی زیادہ پیارا ہے اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں ہم نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا۔تمہارے مذہب پر انگلی بھی نہیں اٹھائی پھر تم کیوں ہمیں زندہ رہنے کا حق نہیں دیتے؟ کیوں ہم مظلوموں کو مارتے ہو؟ کیا بگاڑا ہے ہم نے تمہارا؟ اتنی حق گوئی۔اتنی جرات وہ بھی بدھ مت کے سفاک پیروکاروں کے سامنے؟ اس عورت کی عزت کو تار تار نہیں کیا گیا بلکہ اس کی وڈیو بھی بنائی گئی۔اس نے روتی ہوئی آنکھوں،درد والم سے چور چور وجود کے ساتھ کہا: تم نے میرے باپ بھائی اور ماں کو میرے سامنے قتل کیا لیکن تمہاری درندگی کی آگ نہیں بجھی،پھر تم نے میری عفت وعصمت کو تار تار کر دیا اب کم از کم اس کی وڈیو تو مت بناؤ۔درندوں کے قہقہوں سے بستی گونج اٹھی ارے او بنتِ اسلام! اس وڈیو کو سوشل میڈیا پر ڈالیں گے پھر ساری دنیا میں موجود تیرے مسلمان بھائی اس کو دیکھ کر تڑپیں گے اس لذت کا اپنا مزہ ہے۔مسلمانوں کی تڑپتی لاشوں کو دیکھنے میں جو مزہ ہے وہ رقصِ طوائف اور سرورِ شراب میں بھی نہیں۔ اب محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی جیسی غیرت کسی

مسلمان میں نہیں رہی، یہ کہہ کراور بنتِ اسلام کی فلک شگاف چیخوں پر قہقہے لگانے لگے۔۔

تم کہاں ہو؟ مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزم لگانے والو؟ کہاں ہیں وہ سیکولر ولبرل دانشور جو ہمہ وقت اسلام کے خلاف بکواس کرتے رہتے ہیں؟ کچھ منافقت ہی سہی ان مظلوم مسلمانوں کے لیےتم بھی لکھ دو۔آسیہ ملعونہ کی حمایت میں تو تمہارا قلم خوب گرجتا اور برستا ہے بناتِ اسلام کی چیخوں پرتمہارے قلم کی رفتار مدھم کیوں ہو جاتی ہے؟ پیرس کے اخبار پر حملہ خوب ہائی لائیٹ کیا جاتا ہے روہنگیا کے مظلوم مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم پرتمہارے لب کیوں سل جاتے ہیں؟

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

ایک انسان کی جان کی حرمت کعبے کی حرمت سے زیادہ ہے۔تو اے غلافِ کعبہ سے آنکھیں مس کرنے والے مسلمانو!اے حجراسود کے عاشقو!اپنے لبوں سے کعبے کو چومنے والے مسلمانو!میری آواز کو طاقت دے دیجیے اس آواز کو آپ میرے ساتھ مل کر بلند کیجیے علما کرام۔ آواز بن جایئے روہنگیا کے مسلمانوں کی پوری ہمت جرأت اور قوت کے ساتھ اپنے خطبوں میں ان مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کیجیے اسلامی ممالک کی قیادت کو برانگیختہ کیجیے کہ وہ اپنی فوج کو برما کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجیں عالمی سطح پر ان مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کی جائے اور مسلمانوں کے لیے اندھی بہری اقوام متحدہ کو جھنجھوڑا جائے یا پھر عام مسلمانوں کو جہاد کی عام اجازت دی جائے کیونکہ قرآن کا یہ ہی حکم ہے۔

برما کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہو جایئے وگرنہ

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو

تمہاری داستاں تک نہ رہے گی داستانوں میں

قرآن اکیڈمی جھنگ

کے آڈیٹوریم میں

رحمت للعالمین ﷺ سیمینار

قرآن اکیڈمی جھنگ کے آڈیٹوریم میں 19 ربیع الاوّل 1439ھ بمطابق 8 دسمبر 2017ء، بروز جمعۃ المبارک، 10:30 بجے تا 12:50 نمازِ جمعہ سے قبل رحمت للعالمین ﷺ کے عنوان سے ایک پُروقار سیمینار منعقد ہوا۔ اس کے مہمان جناب ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب (سابق ڈائریکٹر Motivation and Religious Affairs PAF) اور جناب عبیداللہ سیال صاحب (مشیر محتسب پنجاب، ضلع جھنگ) تھے۔ سیمینار کے باقاعدہ آغاز سے قبل نقیبِ مجلس جناب حاجی محمد منظور انور صاحب نے ان مہمانانِ گرامی کو سٹیج پر تشریف آوری کی دعوت دی اور پھر سیمینار کا آغاز سورۃ الانبیاء کی آیات 105 تا 112 کی تلاوت اور ان کے ترجمہ سے کیا گیا۔ تلاوتِ کلام پاک کی سعادت حافظ عطاء الرحمٰن نے حاصل کی۔ اس کے بعد علامہ اقبال کی تحریر کردہ نعتِ رسول مقبول ﷺ "لوح بھی تو، قلم بھی تو......" پڑھی گئی جس سعادت جناب محمد سلیمان صاحب نے حاصل کی۔ اس کے بعد نقیبِ مجلس نے صدرِ انجمن خدام القرآن جھنگ و مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔ انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تاریخ میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو یہ منفرد شان عطا فرمائی ہے کہ آپ آخری رسول اور نبی ہیں اور اس پر جتنا فخر کیا جا سکے کم ہے کہ ہم اُس پیغمبر ﷺ کے اُمّتی ہیں جن کی اتنی اونچی شان ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہی 'جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے' کے مصداق، ہماری ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔ اگر ہم اپنی ذمہ داری کو ادا

نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ ناراض ہوگا۔ یہی وجہ ہے آج دنیا میں مسلمان نہایت ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ دنیا کی آبادی 750 کروڑ ہے اور دنیا میں 160 کروڑ مسلمان ہیں یعنی ہر پانچواں آدمی مسلمان ہے لیکن مسلمانوں کی بحیثیت مسلمان کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں چھوٹے چھوٹے ملکوں کی بڑی حیثیت ہے مثلاً اسرائیل ملک ہے، دنیا میں یہودی صرف ایک کروڑ 60 لاکھ ہیں یعنی 100 مسلمانوں کے مقابلے میں صرف ایک یہودی ہے لیکن ان کی حیثیت یہ ہے کہ امریکہ جیسا ملک بھی ان کو ناراض نہیں کرسکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے راہنما حضرت محمد ﷺ کی طرف سے کوئی کمی نہیں ہے، قرآن جیسی کتاب ہمارے پاس ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہمارا تعلق جیسے ہونا چاہیے وہ تعلق نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو رحمت للعالمین بن کر آئے ہیں آپ ہمیں بتانے آئے تھے کہ تم جس طرح زندگی گزار رہے ہو تمھیں نظر نہیں آرہا کہ تم کھڈے میں گرنے والے ہو۔ کُنتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِنۡهَا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیج کر ہمیں بچایا ہے۔ وہ ہمیں بتانے آئے تھے کہ تم زندگی ایسے گزارو۔ لیکن ہم مسلمان اس طرح زندگی گزارنے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اس طرح زندگی نہیں گزارنی۔ اگر ہم حضرت محمد ﷺ کے اُسوہ پر چلیں اور ان کا کہنا مانیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم دنیا میں ذلیل ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (سورۃ آلِ عمران) اگر تم سچے اہل ایمان بن جاؤ تو تم دنیا پر غالب آجاؤ گے۔ ہم یہاں سے یہ فیصلہ کر کے اُٹھیں کہ جو زندگی گزر گئی سو گزر گئی آج سے ہم حضرت محمد ﷺ کے کہنے کے مطابق زندگی گزاریں گے اور دین کا کام کریں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ مولانا ظفر علی خان نے کہا تھا:

فضائے بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

ہم حضرت محمد ﷺ کے ماننے والوں کی ذمہ داری زیادہ ہے۔ اگر ہم اپنی ذمہ داری ادا کریں گے تو دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے اگر نہیں کریں گے تو محاسبہ بھی سخت ہوگا۔

اس کے بعد جناب ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی انھوں نے

فرمایا کہ آج کے دور میں ترقی کی بنیاد پر ایک سوچ Develop ہوگئی ہے کہ اب انسان بالغ (Mature) ہو چکا ہے اور اپنی عقل کی بنیاد پر وہ خود Decide کر سکتا ہے کہ How to live in this world۔ لہٰذا اس کو کسی باہر کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سوچ کے پیچھے یہ غلط فہمی چھپی ہوئی ہے کہ اب نبوت و رسالت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے پہلے اس غلط فہمی کو دور کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب انسانوں کو زمین پر بھیجا تھا تو اوّل دن سے ہی یہ طے فرما دیا تھا کہ انھوں نے ہماری رہنمائی کے مطابق زندگی گزارنی ہے اگر اس کے خلاف زندگی گزاریں گے تو ناکام ہوں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سے بھی نوازا ہے اور یہ عقل ایک حد تک انسان کی رہنمائی کرتی ہے لیکن انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ بقول اقبال

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور　　　چراغِ راہ ہے ، منزل نہیں ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اللہ نے نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی جاری کر کے انسان کے لیے ہدایت کا سامان کیا چنانچہ اللہ نے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو نبی بنایا اور رحمت الٰہی کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور چلتے چلتے بالآخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اپنی کامل ترین شکل میں سامنے آیا اور پھر اللہ نے اس کو عالمگیر کر دیا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عام ہوگئی ہے۔ آپ کی اسی رحمت للعالمینی کا مظہر ہے کہ آپ کی جدوجہد سے سارے انسانوں کو یہ موقع میسر آ گیا کہ ایک خالق کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں اور ہزار سجدوں سے نجات پا لیں۔ کوئی انسان کسی انسان کو اپنا آقا اور مالک تصور نہیں کرے گا اور ہر انسان آزاد ہوگا کہ وہ اپنے رب سے اس طرح تعلق قائم کرے کہ خالق و مخلوق میں کوئی پردہ نہیں رہے گا۔ یہ رحمت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عام کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت ہونے کے بعد بھی اس رحمت میں لگ بھگ 32 سال تک پوری Continuity رہی خلافت راشدہ کے بعد اس میں کمی آنا شروع ہوئی۔ رحمت کا یہ سلسلہ غلبہ اسلام کی شکل میں جاری رہا تا آنکہ ایک وقت ایسا آیا کہ اسلام دشمن قوتوں نے سوچا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس رحمت سے دنیا مستفیض ہوتی رہے گی تو انہی کے گن گاتی رہے گی۔ اس خلافت کے نظام کو ختم کر دو۔ چنانچہ انھوں نے 1924ء میں خلافت کو ختم کر دیا گیا اور کہا کہ اب تمہاری طرف اللہ کی رحمت متوجہ نہیں ہوگی۔ اب دنیا میں ہمارا جو حال ہے

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس رحمت کو ترک کر دیا ہے اور اب ہم اس کٹی ہوئی پتنگ کی مانند ہیں جو ہوا کے دوش پر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لیے رحمت ہیں لیکن ہم صرف عالمِ انسانیت کو دیکھیں تو آج غیر مسلم تو رہے ایک طرف ہم مسلمان بھی اس رحمت سے مستفید نہیں ہو رہے۔ ہم مسلمانوں پر ایک بڑی ذمہ داری ہے وہ یہ کہ نبوت و رسالت کی وہ رحمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے جاری فرمائی تھی جس میں فرد سے لے کر اجتماعیت تک ہدایت کا نظام تھا وہ ہمارے پاس امانت ہے اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا تعلق ہونے کی وجہ سے یہ عالمی امانت ہمارے پاس ہے اس کو ہم نے پورے عالم کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کرنا ہے۔ ہم مسلمانانِ پاکستان کے لیے اللہ کا خاص احسان ہے کہ اس نے ہمیں چھت پھاڑ کر یہ ملک پاکستان دیا ہے رمضان کے مہینے کی ستائیسویں شب، لیلۃ القدر میں یہ ملک بنا جو اوّل نزولِ قرآن کی رات بھی ہے، اس میں بھی کوئی راز ہے۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس ملک کو اسلام کا گہوارہ بنائیں۔

ان کے بعد جناب عبیداللہ سیال صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی انھوں نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ رحمت کا ایک تصور یہ ہے کہ کسی خزاں رسیدہ چیز کو زندگی بخشنے کے لیے جو اسباب ہوتے ہیں اسے رحمت کہتے ہیں۔ جس طرح زمین خزاں رسیدہ ہو جائے اور ہر طرف قحط کا عالم ہو جائے تو اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ اے اللہ! رحمت کی بارش کر دے۔ جب بارش برستی ہے تو مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورودِ مسعود جب اس دنیا میں ہوا تو ساری دنیا کفر و ضلالت کے اندھیروں میں جکڑی ہوئی تھی اس خزاں رسیدہ کائنات کے لیے رحمت کے ایسے بادل کی ضرورت تھی جو خوب برسے اور اس کو بہار میں تبدیل کر دے۔ یہ بعثت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھی کہ جس کے بعد دنیا کا نقشہ بدل گیا۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اور سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! پکی توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ تمہاری سابقہ تمام برائیوں کو معاف کر دے گا اور تمھیں اُن باغاتِ بہشت میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس آیت کے ذریعے رحمت للعالمینی کی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو کلمہ گو مسلمان گناہ کرتے رہے ہوں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی کا اظہار کرتے رہے ہوں

جب وہ توبۃ النصوح کریں گے تو ان کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایسا اس لیے کروں گا کہ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہ۔ میں اپنے محبوب ﷺ کو قیامت کے دن شرمندہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس اُمت کی بخشش کے لیے اللہ نے بہت سامان پیدا کیا ہے۔ ہم ان کے اخلاق عالیہ کو اپنائیں تو ہی انقلاب آ سکتا ہے۔ بقول اقبال

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے　　　دہر میں اسم محمد سے اُجالا کردے

انقلاب کا فلسفہ یہ ہے کہ پہلے اپنے اندر آمنہ کے لال محمد مصطفیٰ ﷺ کے عشق کی قوت پیدا کی جائے جس میں یہ آئے گا وہ بھی رحمت بن جائے گا۔ علامہ بوصیری کہتا ہے

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خُلُقٍ وَ فِیْ خَلقٍ　　　وَ لَمْ یَدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّ لَا کَرَم

ہمارے نبی خُلق میں بھی اور خلق میں بھی تمام نبیوں پر فوقیت لے گئے۔ کوئی علم اور کرم کے اعتبار سے ہمارے نبی کے قریب بھی نہیں ہے۔

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا　　　یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَم

ان کی مثال ایسے ہے جیسے آفتاب طلوع ہوتا ہے باقی نبیوں نے ان سے نور لیا ہے

اور یہ آفتاب ایسا ہے کہ

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا　　　اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتغرب

افق عالم پر بڑے بڑے آفتاب طلوع ہوئے پھر غروب ہوگئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے آفتاب کو دوام بخشا

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے: ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول ﷺ۔ اب یہ دو چیزیں ہی رحمت ہیں شرط یہ ہے کہ ہم ان سے استفادہ کریں۔

اس کے بعد جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے دعا کرائی اور 12:50 پر یہ پُر وقار تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ آخر میں سامعین کے لیے ریفریشمنٹ بھی پیش کی گئی۔ اور خطبہ و نمازِ جمعہ جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں جناب ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب نے پڑھایا۔

حکمت بالغہ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2017ء)

بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران پر

اہل علم کے تأثرات

1 مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

حکمت بالغہ کی تازہ ترین خصوصی اشاعت شمارہ نمبر 11 موصول ہوا۔ آپ نے اور آپ کے رفقاء کار نے ایک عظیم علمی شہ کار شہ پارہ اُمت کے حضور پیش کر دیا ہے اسلامی انقلاب کا مستند لائحۂ عمل۔ تبریک قبول فرمائیے۔ کل موصول ہوا اور سفر میں ہوں اور مسلسل استفادہ کر رہا ہوں اسے زیادہ سے زیادہ حلقہ احباب، مطالعاتی، علمی، تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی حلقوں میں پہنچائیے۔ خدا کرے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھایا جا سکے۔ دل بے انتہا خوش ہوا، بے اختیار دعائیں نکلیں۔

2 پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب

حکمت بالغہ کا خصوصی نمبر نومبر 2017ء موصول ہوا۔ از حد سپاس گزار ہوں۔ آپ جھنگ میں بیٹھ کر قرآنی تعلیمات کی روشنی پھیلانے کا جو فریضہ انجام دے رہے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ علم و حکمت کے گہر کی تقسیم کرنے والوں کی ذات خزینہ علم و عرفان بن جاتی ہے۔ آپ کی ٹیم نبیوں، اولیائے کرام، علمائے کرام اور دانش ور کے کارواں کا حصہ ہے۔ اپنی ذات کی نفی کر کے آپ جس انداز سے خدمات انجام دے رہے ہیں وہ عصر حاضر میں ایک جہاد ہے۔ خاکسار کی کتب پر مختلف شمارہ جات میں تبصروں پر بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔ اللہ کریم آپ کی خدمات کا دائرہ وسیع فرمائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔

3 عبدالرشید ارشد صاحب، جوہر آباد

ماہنامہ 'حکمت بالغہ' کی ماہِ نومبر میں خصوصی اشاعت 280 صفحات پر محیط، محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب کے قلم کی روانی اور فکری قبلہ کی نشاندہی کا ناقابل تردید ثبوت ہے اور بے ساختہ بارگاہِ ربّ العزت میں اس روانی قلم اور فکری قبلہ کی اس پختگی کے لیے ہاتھ اُٹھتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت انھیں سلامت رکھے اور قرآن اکیڈمی کے روحِ رواں کو ''حکمت بالغہ'' کے ذریعے پیغامِ قرآن عامۃ الناس تک پہنچاتے رہنے کی سعادت سے نوازے۔ یہ چشمۂ فیض دیر تک پیغام حق کا ذریعہ بنا رہے۔ آمین۔ 'حکمت بالغہ' کی یہ خصوصی اشاعت دس ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کئی ذیلی عنوانات سے مزین ہے آغاز میں صرف ابواب کا ذکر ملتا ہے اور ہر باب کے اندر کیا ہے؟ تجسس سے اسے تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اگر ذیلی عنوانات لکھ دیے جاتے تو صرف دو چار صفحات کا اضافہ ہوتا مگر قاری کے لیے سہولت یقیناً ہوتی۔ بہرحال اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی۔

شمارے کی ابتدائی سطور قرآن حکیم سے سورۂ آل عمران کی آیات 103 تا 109 اور سورہ روم کی آیات 41 تا 45 سے کی گئی ہے۔ مذکورہ آیاتِ کریمہ میں خالق کائنات کا اہم ترین پیغام قارئین کے سامنے رکھا گیا ہے جسے ہر کوئی تلاوت تو کرتا ہے علمائے کرام اپنے دروس اور تقاریر کا حصہ بھی ان آیات کو بناتے ہیں مگر عملی زندگی فریقین کے عمل سے خالی دیکھی جاتی ہے۔ فاروقی صاحب نے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلایا ہے اور 'حکمت بالغہ' کے 280 صفحات اسی سبق کو کسی نہ کسی انداز میں قاری کے قلب و ذہن میں اُتارنے کی سعی ہے۔ الحمدللہ

سورۂ آل عمران کی آیات میں اہل ایمان کو اتحاد و یکجہتی کا درس ہے اور نا اتفاقی سے منع کرتے اس کے عظیم نقصان سے خود خالق نے آگاہ فرمایا ہے۔ یعنی ''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے تفرقہ و اختلافات کو وطیرہ بنایا باوجود اس حقیقت کے کہ حق سامنے آ چکا تھا۔ ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید ہے۔'' اقوامِ عالم کی تاریخ اس مسلمہ آفاقی حقیقت پر ہر دور میں شہادت پیش کرتی رہی ہے۔ اور دور کیوں جائیں؟ پاکستان کے 70 سال کیا اس حقیقت پر گواہ نہیں ہیں؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نا اتفاقی کیا کیا گل کھلا رہی ہے! مذکورہ آیات کی تائید میں رحمۃ للعالمین ﷺ کا ایک فرمان صفحہ 7 پر دیا گیا ہے۔ قاری کے 'حکمت بالغہ' کے صفحات سے استفادہ سے قبل قرآن و

حدیث کا پیغام اس کے قلب وذہن میں آئندہ سطور سے استفادہ کی اہمیت کو راسخ کر دیتا ہے۔

باب نمبر 1 کے ذیلی عنوانات کو دواجزا یعنی حرفِ آرزو اور تمہید کے ساتھ قاری کے سامنے رکھا ہے۔ حرفِ آرزو کا آغاز جس سرخی سے ہو رہا ہے وہ دلچسپ اور معنی خیز بھی ہے یعنی ''شہنشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران'' انسان کے تحت الشعور میں اجتماعی آرزو کیا ہے؟ مذکورہ عنوان کی وضاحت کے لیے یہی پیراگراف کافی ہے: ''حکمت بالغہ کے اس خصوصی شمارے میں اسی اہم انسانی المیہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور نسل انسانی کے باضمیر، باشعور اور انسان دوست و اخلاق دوست افراد کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ وہ اُٹھیں اور اس انسانی المیہ کا کوئی قابل عمل، دیرپا اور انسان دوست حل نکالیں جس میں علم دوستی، اخلاق دوستی کے ساتھ ساتھ خداشناسی اور مذہبی رواداری کا بھی دور دورہ ہو۔''

تمہیدی کلمات سمیٹتے ہوئے فاروقی صاحب نے فکر اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے قیمتی موتیوں کا انتخاب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کا سہارا لیا ہے:

جوانوں کو میری آہ سحر دے　　　　پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے

خدایا آرزو میری یہی ہے　　　　مرا نور بصیرت عام کردے

مذکورہ اشعار پڑھتے بے ساختہ زبان سے آمین یا ربّ العالمین نکلا۔ فاروقی صاحب نے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو کو اپنی دعا بنالیا۔ الحمدللہ

☆ باب دوم میں عمرانیات کا ارتقا اور فکر انسانی کا حاصل چار ابواب میں تقسیم کر کے وضاحت کی گئی ہے۔

☆ باب سوم میں دعوت بندگیٔ ربّ اور خلافت ارضی پر تفصیلی مطالعہ قاری کے سامنے لایا گیا ہے اس کے پہلے حصہ میں سلسلہ انبیاء و رسل پر بات کی گئی تھی تو تیسرے حصے میں بھی بندگیٔ ربّ اور نظام خلافت (درویش حکمران) کے ضمن میں قرآن حکیم سے استفادہ کیا گیا ہے جبکہ اسی باب کے حصہ چہارم میں دین و مذہب کے الفاظ کے مفہوم کا فرق ہے۔

☆ باب چہارم میں فکر انسانی کی ردّعمل کی نفسیات کا فروغ اور معرکہ حق و باطل کے تحت مختلف تاریخی ادوار کا تجزیاتی مطالعہ قاری کے سامنے رکھا گیا ہے جو ہر لحاظ سے فکر انگیز ہے کہ نبوت سے قبل یہود و نصاریٰ کے رویے کیا تھے۔

☆ باب پنجم میں خطبہ حجۃ الوداع کا عربی متن دینے کے ساتھ ہر پہلو سے اس کی تشریح و توضیح کا حق ادا کرتے ''پیغامِ رسالت انسانیت کے نام'' کی وضاحت کا حق ادا کر دیا ہے۔ الحمدللہ۔ اسے مختلف دفعات کے تحت اسلامی قانون کا حصہ بنا دیا ہے۔ اعلانِ مکہ (623ء میں) کے وقت عالمی منظر نامہ کیا تھا۔ ابلاغِ حق کا نقطہ کمال، تعمیر حیات کا عملی خاکہ اور بنیادی حقوق کا عالمی منشور، فکر انسانی کے تجویز کردہ ناقص عالمی منشور کا تجزیاتی مطالعہ بھی اسی CHAPTER کا حصہ ہے۔

☆ باب ششم میں مقابیس الحکمۃ کے تحت مشاہیر و معاصر اہل قلم کی تحریروں سے اقتباسات دیے۔ مثلاً خطبہ حجۃ الوداع اور امت مسلمہ، رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب، مثالی حکمران اور درویش حکمرانوں کے اوصاف۔

☆ باب ہفتم بھی خطبہ حجۃ الوداع کے حوالے سے مختلف عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے مثلاً تکمیل ہدایت کا سنگ میل، تکمیل ہدایت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، تکمیل ہدایت اور خلافت راشدہ، خطبہ حجۃ الوداع کی تکمیل، مستقبل کے حکمران اور حاصل کلام پر مشتمل باب ہے۔

☆ باب ہشتم و نہم میں قرآن مجید اور فکر انسانی کی کشاکش۔ اسے مختلف ادوار میں تقسیم کرتے ہر دور پر سیر حاصل معلومات قاری کے سامنے رکھی گئی ہیں۔ مثلاً 660ء سے 1258ء تک، عالم اسلام اور بنی اسرائیل، پندرھویں صدی میں یورپ 1492ء تا 1924ء، عروجِ یورپ اور زوالِ اُمت 1750ء تا 1924ء، جنوبی ایشیا میں مسلم اقتدار کا خاتمہ، سلطنت عثمانیہ کا زوال، نظام خلافت کا خاتمہ 1924ء۔

☆ باب دہم میں اُمت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ، زوال سے عروج تک کو مختلف عنوانات میں تقسیم کرتے ہر عنوان کا حق ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے عروج کا سفر، الفضل ما شھدت بہ الاعداء، علامہ اقبال اور تصور پاکستان، عصر حاضر کی اسلامی ریاستیں، پاکستان۔ مستقبل کا رول ماڈل۔ اُمت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ۔ زوال سے عروج کی طرف کے حوالے سے بات کرتے 'قیام پاکستان یا تقسیم ہند کا اصل سبب کون؟' اس ضمن میں برطانوی پرائم منسٹر جیمز رامزے میکڈونلڈ کے ان الفاظ کو کہ ''اقبال نے ہمارا متحدہ ہندوستان کا خواب چکنا چور کر دیا۔''

''اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک حواس باختہ اجتماع کے سامنے 29 دسمبر

1930ء کو اس صورت حال کا یہ حل رکھا کہ شمال مغربی ہندوستان میں مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک آزاد ریاست، ایک علیحدہ وطن جہاں مسلمانوں کا اپنا اقتدار ہو۔ اس تجویز کا عمل دھماکہ خیز ہوا۔ اس وقت کا برطانوی وزیراعظم جمیز رامزے میکڈونلڈ پکار اُٹھا کہ متحدہ ہندوستان کے لیے ہماری تمام کاوشوں پر اقبال شاعر نے پانی پھیر دیا ہے۔ اگلے ہی روز TIMES OF LONDON کے اداریے نے شرقِ اوسط، ایران، افغانستان اور روسی ریاستوں پر مشتمل ایک متحدہ اسلامی ریاست کے منصوبہ کا چرچا کیا۔'' (ٹائم میگزین 13 اگست 2007ء، بحوالہ صفحہ 264)

سچی بات تو یہ ہے کہ 280 صفحات پر مشتمل 'حکمت بالغہ' کے اس خصوصی شمارہ کا مکمل تعارف کروانے کے لیے زیادہ نہیں تو بیس پچیس صفحات تو درکار ہیں۔ قلم پر قابو پاتے پاتے ہم صرف اسی اختصار کے ذریعے قاری تک اپنا نقطہ نظر پہنچاتے، یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ 'حکمت بالغہ' کے اس خصوصی شمارے سے علم ہی نہیں عمل کے لیے بھی مہمیز کی صورت پیدا ہوگی۔ بمشیت اللہ تعالیٰ۔

آخر میں ایک بار پھر بارگاہِ ربّ العزت میں دعا ہے کہ وہ مدیر محترم کو صحت وسلامتی کے ساتھ طویل عمر دے۔ تاکہ وہ شعوری ایمان کا ثبوت عامۃ الناس تک بھی پہنچاتے رہیں۔ آمین

4 مہر قمر سلطان صاحب ایڈووکیٹ، جھنگ

حکمت بالغہ کا تازہ خصوصی شمارہ ''بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران'' ایک باکمال مجموعہ مضامین ہے۔ انسانی تمدن، دین و دنیا، معلومات، دریافت، نظام سیاسیات کا اختصار مطلب سمندر کو کوزے میں سمو کر مجھ سے دنیا کے حریص و غلام کو سوچنے، سمجھنے، پلٹنے کا حقیقت پر مبنی سیرابِ مال سے نکلنے کا دعوت نامہ پیش کر کے احسان مند کیا۔ جزاک اللہ خیرا کثیرا فی الدارین آج تفکر کے لیے وقت نکالنا نظامِ سیاسیات اور اس کے تابع معاشی نظام نے انسان کے لیے محال بنا دیا ہے۔ اس نفسا نفسی اور انسان کی معاشی دشواریوں میں یہ علمی خزینہ بادِ نسیم اور خیر ہے۔ نہایت شکرگزار ہوں کہ ایسی قیمتی معلومات، تجزیات اور تبصرے جو دین کے نکتہ نظر سے اہم ہیں اور قرآن کی دعوت سے متشکل ہوئے ہیں جذبہ ایمانی کو منور کرنے کے لیے میرے سامنے ہیں۔ اللہ اس کام سے منسلک تمام احباب کو جزائے خیر دے اور ان کی دینی اور دنیاوی زندگیوں کو روشن تر فرمادے۔ آمین۔

5 نوائے وقت سنڈے میگزین، 26 نومبر 2017ء

'حکمت بالغہ' کے خصوصی شمارے میں نسلی انسانی کے باضمیر، باشعور اور انسان دوست و اخلاق دوست افراد کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ وہ اٹھیں اور اس انسانی المیہ کا کوئی قابل عمل، دیرپا اور انسان دوست حل نکالیں جس میں علم دوستی، اخلاق دوستی کے ساتھ ساتھ خداشناسی اور مذہبی رواداری کا بھی دور دورہ ہو۔ یہ سطور انجینئر مختار فاروقی کی ''حرفِ آرزو'' کے عنوان سے تحریر ''انسان کے تحت الشعور اور اجتماعی آرزو کیا ہے؟'' کی ہیں۔ جبکہ دیگر ابواب میں عمرانیات کا ارتقاء اور فکر انسانی کا حاصل، فکر انسانی کی ردّعمل کی نفسیات کا فروغ اور معرکہ حق و باطل کے بعد خطبہ حجۃ الوداع اور امت مسلمہ، رسول انقلاب ﷺ کے طریق انقلاب (ڈاکٹر اسرار احمد)، مثالی حکمران (صاحبزادہ خورشید گیلانی)، درویش حکمرانوں کے اوصاف (حافظ مختار گوندل) کی تحریروں کے اقتباسات اور قرآن مجید اور فکر انسانی کی کشاکش ''امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ زوال سے عروج کی طرف'' جیسے فکر انگیز مضامین شامل کر کے اس خصوصی نمبر کی اہمیت دوچند کر دی ہے۔

بقیہ از تیل، روہنگیا مسلمان اور گریٹ گیم

اسلحہ فراہم کرنے والا ایک بڑا ملک بن چکا۔ روہنگیا مسلمانوں کے خلاف اسرائیلی اسلحہ ہی استعمال ہو رہا ہے۔ اقوام متحدہ نے حال ہی میں اسرائیلی حکومت کو خبردار کیا تھا کہ وہ میانمار کو اسلحہ فراہم نہ کرے مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ امریکی اور اسرائیلی حکمران اقوام متحدہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اسے ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

امریکا کی پشت پناہی کے باعث ہی میانمار کی وزیراعظم اور امن کی خود ساختہ داعی آنگ سان سوچی نے دھڑلے سے اعلان کر دیا کہ وہ دنیا والوں کی پرواہ نہیں کرتی اور یہ کہ حکومت اپنے حساب سے روہنگیا مسلمانوں کے مسئلے سے نمٹے گی۔ ریاست راخین میں جاری گریٹ گیم کی کروٹیں یہ امر آشکارا کرتی ہیں کہ میانمار فوج اب تیل و گیس کے علاقوں میں کبھی روہنگیا کو آباد ہونے نہیں دے گی۔ ممکن ہے بعض بالائی علاقوں میں انھیں پناہ مل جائے مگر فوج وقتاً فوقتاً ان پر حملے کرتی رہے گی تاکہ روہنگیا مجبور ہو کر بنگلہ دیش یا دیگر ممالک میں چلے جائیں۔ صد افسوس کہ جائے امن کی تلاش میں بھٹکنا روہنگیا مسلمانوں کا شاید مقدر بن چکا ہے۔

فرمودۂ اقبال

مسلمان کا زوال

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسّر تونگری سے نہیں!

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسُور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں!

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں!

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

کے قیام کا مقصد

منبعِ ایمان ـــ اور ـــ سرچشمۂ یقین

قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی

وسیع پیمانے پر ـــ اور ـــ اعلیٰ علمی سطح

پر تشہیر و اشاعت ہے

تاکہ اُمتِ مُسلمہ کے فہیم عناصر میں

تجدیدِ ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے

اور شاید اس طرح رسالتِ محمدی ﷺ کی منطقی انتہاء یعنی

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ـــ اور ـــ غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی

کی راہ ہموار ہو سکے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہ (القرآن)